جستجو

Vol:1
Issue:1

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

جستجو

جلد ۱ | دسمبر 2014ء تا فروری 2015ء | شمارہ ۱

سرپرست اعلیٰ
پروفیسر ڈاکٹر محمد علی
(وائس چانسلر)

مدیر اعزازی
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس
(ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ)

مدیر اعلیٰ: انصر جمال
مدیر: فرحانہ تبسم
معاون مدیران: رخسانہ منظور، عثمان امجد، صباء اسلام

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
E-mail:ansirjamal@gmail.com
Ph: 0334-7773391

\\\\ مجلس مشاورت ////

اساتذہ کرام

ڈاکٹر حامد رضا

ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان

ڈاکٹر عمر حیات

ڈاکٹر شیر علی

طلبہ کرام

حافظ ذوالفقار

کاشف مبین

عشرت جمیل

زنیرہ گل

Khushnavees Printing Press

Phone: +92 412 620 535

Mobile: +92 300 965 6357

E-mail:khushnavеespp@yahoo.com

مقالہ نگاران کے لئے ہدایات

۱۔ مضمون تحقیقی وتنقیدی نوعیت کا ہو۔

۲۔ مضمون چہار لسانی (اردو، عربی، فارسی اور انگریزی) میں سے کسی زبان میں ہو۔

۳۔ مضمون متنازع اور جانبدارنہ نوعیت کا نہ ہو۔

۴۔ ضخامت ۵ سے ۱۰ صفحات تک ہو۔

۵۔ مضمون کا Abstract انگریزی زبان میں مضمون کے ہمراہ ارسال کیا جائے۔

۶۔ مضمون کی Soft Copy /Hard Copy ارسال کی جائے۔

۷۔ مضمون ارسال کرتے وقت اُس میں املاء کی اغلاط کی اچھی طرح اصلاح کر لی جائے۔

۸۔ حوالہ جات مضمون کے اختتام پر درج کیے جائیں۔

حوالہ دینے کا طریق کار

۱۔ قرآن کا حوالہ: نام سورۃ: آیت نمبر

جیسے المجادلہ:۱۱

۲۔ حدیث کا حوالہ: نام مؤلف، نام کتاب، ادارۂ اشاعت، سن اشاعت، باب کا نام، رقم الحدیث

جیسے بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ئ، باب الحذر من الغضب، رقم الحدیث: ۶۱۱۴

۳۔ کتاب کا حوالہ: مصنف کا معروف نام، پورا نام، کتاب کا نام، ترجمے کی صورت میں مترجم کا نام، ادارۂ اشاعت، سن اشاعت، جلد نمبر، صفحہ نمبر

جیسے شافعی، محمد بن ادریس، دیوان الامام الشافعی، بدیع یعقوب (مترجم) بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۹۶ئ، ص ۱۲۴

فہرست

پیغام	سرپرست اعلیٰ	۹
مضمون نویسی	مدیر اعلیٰ	۱۰
آداب معلم و متعلم (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خصوصی مطالعہ)	انصر جمال	۱۲
یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کُتبِ فضائل و خصائص نبوی ﷺ کا منہج	فرحانہ تبسم	۲۴
تفسیری ادب میں تفسیر بغوی کا مقام و مرتبہ	رخسانہ منظور	۳۸
انسانی تربیت پر ماحول کی تاثیرات	عشرت جمیل	۴۷
تفسیرِ رؤفی کی صوفیانہ جہت	صباء اسلام	۶۱
مدارج النبوۃ کا اجمالی تعارف، مآخذ اور خصوصیات	زنیر گل	۶۸
نعمۃ الباری میں مباحث تفسیر	شگفتہ جبیں/ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس	۸۱
تفسیر الدر المنثور کا مقام و مرتبہ اور منہج و اسلوب	ریحانہ کوثر	۸۹
الإمام عبد الرحمن السهيلي كاتبًا للسيرة	مصباح ارم	۹۸

پیغام

شعبہ علوم اسلامیہ وعربی کے طلباء وطالبات کی طرف سے سہ ماہی بنیاد پر 'جستجو' کی اشاعت طلبہ کی سطح پر تحقیق کے لئے ایک اہم پیش رفت ہے۔ طلبہ کی طرف سے اس رسالہ کی اشاعت کی جستجو پر دلی خوشی ہوئی کیونکہ اُن کی اس کاوش سے تحقیق کے ابتدائی طلبہ کے لئے مقالہ نگاری کے فن میں اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا ایک اہم موقع میسر آیا ہے کیونکہ جو باصلاحیت طلبہ تحقیق کے میدان میں آگے بڑھنے کا ذوق اور لگن رکھتے ہیں وہ اپنی محنت اور تگ ودو سے پیش رفت کا کوئی راستہ نکال ہی لیتے ہیں اور یہی پیش رفت شعبہ علوم اسلامیہ وعربی کے طلبہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ جی سی یونیورسٹی کی طرف سے ہمیشہ ایسی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جو طلبہ کو علم وتحقیق کے میدان میں آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرے اسی لئے سہ ماہی جستجو کی اشاعت پر نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی ہے بلکہ دیگر شعبہ جات کے طلبہ کو ترغیب بھی دی گئی ہے کہ وہ اس میدان میں کُود یں اور ایسی سرگرمیوں کا آغاز کریں جس سے نہ صرف یونیورسٹی کا نام روشن ہو بلکہ طلبہ کا مستقبل بھی تابناک ہو۔

اللہ ہم سب کے علم میں اضافہ فرمائے اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

(سرپرست اعلیٰ)

مضمون نویسی

اللہ رب العزت نے ہر دور میں عالمین کو غیر عالمین پر فوقیت وسبقت عطا فرمائی اور علماء کو ورثۃ الانبیاء قرار دیا۔اور یہ علماء کے فرضِ منصبی میں شامل ہے کہ وہ اپنے علم وصلاحیتوں کو پوشیدہ نہ رکھیں بلکہ ''بلغوا عنی ولو آیة'' کا مصداق بنتے ہوئے غیر عالمین تک علم کی رسائی کے لئے مفید وکارآمد کردار انجام دیں تا کہ وہ ''من کتم علما الجمه الله بلجام من نار یوم القیامة'' کے زُمرے میں نہ آئیں ۔اسی طرح علماء کے ساتھ ساتھ جو طلب علم کی راہ میں سرگرداں ہیں وہ بھی اسی رُتبے پر فائز ہیں، لہٰذا یہ مسلمہ امر ہے کہ علم کی راہ میں سرگرداں بھی مایۂ ول کے اعتبار سے علماء میں شامل ہیں۔

اب علماء وطلباء دونوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ایسے اقدامات بروئے کار لائیں جو فروغ تعلیم کے ساتھ ساتھ اشاعت دین اور تربیت انسانیت کا بھی باعث بنے اور اس اقدام کے اہم ترین دو ذرائع ہیں:۔

i۔ تقریر

ii۔ تحریر

اول الذکر پر کافی حد تک عمل کیا جاتا ہے لیکن ثانی الذکر میں غفلت وسُستی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جبکہ تحقیق کے طلباء وطالبات کے لئے سب سے زیادہ مفید اور کارآمد عمل تحریر ہی ہے۔ کیونکہ ایک محقق کے لئے ایک اچھا لکھاری ہونا انتہائی ناگزیر ہے اس لئے کہ جو تحریر پر دسترس نہ رکھتا ہو وہ تحقیق کی بجائے نقل کے لئے کوشاں ہوگا اور نقل تحقیق میں نا قابل معافی وتلافی جرم ہے۔

اسی ضمن میں تحقیق کے طلباء وطالبات کے مسائل ومشکلات کو مدّنظر رکھتے ہوئے زیرِنظر سہ ماہی رسالہ ''جستجو'' شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ رسالہ ہٰذا میں تحقیق کے طلباء وطالبات اپنے مضامین ومقالات تحریر کر سکیں اور وہ ایک اچھے، قابل قدر اور نامور کالم نگار ومقالہ نگار بن سکیں اور وہ اپنی تحریر کے ذریعے اظہار مافی الضمیر کرتے ہوئے علمی دنیا میں قابل قدر فرائض سرانجام دے سکیں۔اور یہی اس رسالہ کو شائع کرنے کا مقصدِ حقیقی اور غرض وغایت ہے کہ تحقیق کے طلباء وطالبات کو اچھا لکھاری بنانا اور تحقیقی مقالات میں اقتباسات کے ساتھ ساتھ خود ساختہ جملے لکھنے کی استعداد پیدا کرنا۔ کیونکہ عصر حاضر

میں پورے عالَم میں تحقیق کا ہی جنون ہے اور اس مسابقتی میدان میں وہی اقوام مقدّم اور حاوی ہیں جو تحقیق کے میدان میں دوقدم تیز چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کی طرف سے رسالہ ہٰذا کا اجراء بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو طلبہ کی سطح پر ایک انفرادی اور ابتدائی کاوش ہے جس سے تحقیق کے طلباء وطالبات خاطر خواہ استفادہ کرتے ہوئے ایک مستند محقق بن سکتے ہیں کیونکہ اگر عالم اپنی بات جاہل کو نہ سمجھا سکے تو اس میں قصور جاہل کا ہی نہیں ہے لہٰذا مؤثر ابلاغ ہی سب سے اہم ہے۔

(مدیر اعلیٰ)

آدابِ معلّم و متعلّم
(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خصوصی مطالعہ)

انصر جمال☆

Abstract:

"the teacher and student's principles are very important for introducing because in the field of education everyone is teacher or student. The principles for both have been formated in the Islam so that it should be successfully completed.

اللہ رب العزت نے علم کو ایک عظیم مقام عطا کیا ہے اور اسی کی مناسبت سے عالم کو اعلیٰ رُتبے سے نوازا ہے کیونکہ علم سیکھنے اور سیکھانے کی ترغیب اسلام میں جا بجا دی گئی ہے اور ابتدائے اسلام سے ہی نبی اکرم ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ وہ مختلف قبائل میں ایک ایک معلّم کو روانہ فرماتے تھے تا کہ وہ وہاں جا کر متعلمین کو علم کے زیور سے آراستہ کرتے ہوئے اُن کی زندگیوں میں علمی ،عملی ،فکری ،روحانی اور انقلابی رہنمائی بھی کرتے رہیں ۔کیونکہ اسلام میں تعلیم و تربیت کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ترغیب بھی قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے اور ائمہ اربعہ سمیت دیگر علماء کرام نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے اور ساتھ ساتھ معلم و متعلم کے آداب کو بھی ذکر کیا ہے تا کہ وہ ان عوامل کو اختیار کریں اور یہ عظیم الشان کام انجام دیتے وقت جانبین سے غفلت ،کوتاہی ،سُستی یا بے ادبی کا کوئی شائبہ نہ رہے اور احسن طریقے سے اس فریضے کی ادائی ہو سکے۔

☆ایم فل اسکالر ،شعبہ علوم اسلامیہ وعربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

علم کی اہمیت

قرآن میں علم کی اہمیت کومختلف مقامات میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ا ؎

''اللہ تم میں سے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور علم دیئے گئے درجے بلند کردے گا''

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۲ ؎

''اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اللہ کے عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والے ہیں''

ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

العالم و المتعلم شریکان فی الخیر و سائر الناس لا خیر فیه ۳ ؎

''علم والا اور علم سیکھنے والا دونوں خیر میں شریک ہوتے ہیں اور باقی لوگوں کے لئے اس میں کوئی خیر نہیں''

معلّم کی اہمیت

قرآن کریم میں علم کی اہمیت و منزلت کے ساتھ ساتھ علم سیکھانے والے کی بھی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۴ ؎

''بیشک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سیکھاتا ہے''

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو معلم کی حیثیت عطا فرماتے ہوئے اُن کے فرائض کو بھی بیان کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا اُمت کو تعلیم دینا اس کو اُمت کے لئے احسان قرار دیا ہے۔اسی طرح معلّم جب اپنے متعلمین کو تعلیم دیتا ہے تو یہ اُن پر احسان ہی ہوتا ہے جو کہ معلمین کی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے۔

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

معلّم الخیر یستغفر له کل شیء حتی الحیتان فی البحر ۵ ؎

''خیر کی تعلیم دینے والے کے لئے ہر چیز استغفار کرتی ہے یہانتک کہ مچھلیاں سمندر میں بھی''

اس سے معلّم کی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ معلّم کو اسلام میں کتنی عظمت و مرتبت عطا کی گئی ہے۔

آدابِ معلّم

معلّم کو نبوت کے ساتھ نسبت حاصل ہے لہٰذا کچھ آداب ایسے ہیں جو معلّم کو اختیار کرنا اشد ضروری ہے تا کہ اس کام کی انجام دہی میں کوتاہی نہ رہ جائے۔

۱۔اخلاص نیت

معلّم کے لئے اشد ضروری ہے کہ اُس کی نیت اور عمل میں خلوص ہو اور وہ اپنے پیشہ کے ذریعے شہرت، حصول مال و منصب یا دوسروں کو مغلوب کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو بلکہ صرف اور صرف خلوص نیت کے ساتھ متعلمین کو تعلیم و تہذیب سیکھانا اور اشاعتِ علم ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری بھی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۶؎

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان بھی ہے جو کہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ قال لا تعلّموا العلم لتباهوا به العلماء و لا لتماروا به السفهاء و لا تخیروا به المجالس فمن فعل ذالک فالنار فالنار ۷؎

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اس لئے علم نہ سیکھو کہ اس کی وجہ سے تم علماء پر فخر کرو گے یا بیوقوفوں سے جھگڑا کرو گے یا محفلوں میں فخر کرو گے اگر کسی نے ایسا کیا تو اُس کے لئے آگ ہے آگ ہے''

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے علم میں خلوص نیت کی مخالفت کی تو وہ شخص اُس کی برکت اور فوائد سے محروم رہے گا مگر جس شخص نے اپنی نیت کو خالص رکھا تو وہ اپنے علم کے ذریعے نفع بھی حاصل کرے گا اور علم اُس کے قلب میں راسخ بھی ہو جائے گا۔ ۸؎

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا کام معلّم کو جو کرنا چاہئے وہ اصلاح نیت ہے کہ وہ پُر خلوص اور یکسو ہو کر رضائے الٰہی کے لئے علم سیکھے اور سکھائے اس کے علاوہ کوئی دوسری غرض مقصود نہ ہو۔

۲۔جدید علوم سے آگہی

معلّم کے آداب میں سے ایک یہ بھی عنصر شامل ہے کہ وہ فقط اُس علم پر اکتفاء نہ کرے جو وہ حاصل کر چکا ہے بلکہ اُس کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نئے اور جدید علوم کے مطالعہ اور تحقیق کو

جاری رکھتے ہوئے اُن سے آگاہ رہے تا کہ وہ اپنے طلبہ کو علم وتحقیق کے میدان میں پیش آنے والی تبدیلیوں اور جدّت سے آگاہ کر سکے۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے بھی اس بات کی تلقین کی تھی:

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۹؎

''ہاں یہ دعا کرتا رہ کہ پروردگار میرا علم بڑھاتا رہ''

اسی طرح موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ میں بھی یہ بیان فرمایا ہے:

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۱۰؎

''کیا میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا''

اور امام ابوحنیفہؒ بھی اپنے طلبہ کو ہمیشہ یہی نصیحت کرتے تھے کہ وہ طلب علم کے لئے اپنی تمام توانائی صرف کردیں اور اس سے رُوگردانی ہرگز نہ کریں جیسا کہ اُن کی ایک نصیحت اپنے ایک تلمیذ کے لئے تھی:

''اگر تم دس بھی بغیر قوت اور مال کے زندہ رہو تو بھی علم سے اعراض نہ کرنا اگر تم نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری معیشت تنگ کردے گا ۱۱؎ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا ۱۲؎

''ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے اس کی زندگی تنگی میں رہے گی''

۳۔عمل بالعلم

معلّم کے لئے ضروری ہے کہ جو اُس کو اللہ رب العزت کے فضل سے علم حاصل ہوا ہے وہ اُس پر عمل پیرا بھی ہو جیسا کہ ارشاد باری ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْن ۱۳؎

''اے مسلمانو! تم وہ بات کیوں کہو؟ جو نہ کرو''

ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تزول قدما ابن آدم یوم القیامة من عند ربه حتی یسأل عن خمس عن عمره فیما افناه و عن شبابه فیما ابلاه و ماله من این اکتسبه و فیما انفقه و ماذا عمل فیما علم ۱۴؎

''روزِ قیامت ابن آدم اپنے رب کے سامنے سے نہیں ہٹے گا جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کے جوابات نہ دے گا اُس کی عُمر کے بارے میں کہ اُس کو کہاں ختم کیا، اُس کی جوانی کے بارے میں کہ اُس کو کہاں بوسیدہ کیا، اُس کے مال کے بارے میں کہ وہ کہاں سے کمایا اور

کہاں خرچ کیا اور اُس کے علم کے بارے میں کہ اُس پر کتنا عمل کیا‘‘

امام شافعیؒ نے اپنے دیوان میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

ان الفقیہ هو الفقیہ بفعله　　　لیس الفقیہ بنطقه و مقاله ۱۵؎

’’فقیہ وہ ہے جو اپنے عمل سے فقیہ ہو　　　اپنی گفتگو اور باتوں سے کوئی فقیہ نہیں ہوتا‘‘

ان باتوں سے معلوم ہوا کہ صرف علم کے حصول سے ہی کوئی عالم نہیں بن جاتا بلکہ دراصل عالم تو وہ ہے جو عامل بھی ہو کیونکہ عالم بلا عامل نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اللہ کے کرم سے جو علم حاصل ہوتا ہے اُس پر عمل بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہئے تاکہ علم کے حصول کا فائدہ بھی ہو اور وہ علم باعث نجات ہو نہ کہ باعث عتاب ہو۔

۴۔تواضع و عاجزی

معلّم کے آداب میں سے ہے کہ اُس کو اپنے علم پر کوئی غرور و تکبر ہرگز نہیں ہونا چاہئے بلکہ اُس کو انتہائی عاجز ہونا چاہئے کیونکہ اُس کو حقیقت میں جتنے علم کا ادراک ہوا ہے وہ انتہائی ہی کم ہے اکثریت سے تو وہ لاعلم ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۱۶؎

’’تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے‘‘

اور تواضع و عاجزی سے علم میں اضافہ ہوتا ہے جیسا اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا تھا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۱۷؎

’’ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ، جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے‘‘

جس طرح نبی اکرم ﷺ اُمت کے لئے ایک معلم کی حیثیت رکھتے تھے اسی طرح معلم کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی عاجزی و نرمی کا اظہار کرے۔اور جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ رب العزت کے ہاں اُس کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

و ما تواضع احد لله الا رفعه الله ۱۸؎

’’جو کوئی اللہ کی رضا کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ اُس کو بلند کر دیتا ہے‘‘

۵۔صبر و بُردباری

معلّم کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ ہر معاملے میں عُجلت سے کام نہ لے بلکہ

صبروتحمل کا مظاہرہ کرے کیونکہ صبر کے ساتھ کام کرنے والے ہی اللہ کو محبوب ہوتے ہیں۔
جیسا کہ ارشاد ہے:

وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۱۹؎

''یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں''

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لیس الشدید بالصرعة، انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب ۲۰؎

''طاقتور پچھاڑنے کی وجہ سے نہیں ہوتا، طاقتور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے''

امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ کو یہ نصیحت کرتے تھے:

ایاک و الغضب فی مجلس العلم ۲۱؎

''مجلس علم میں غصہ سے بچو''

لہٰذا ان سب باتوں سے علم ہوا کہ معلم کی یہ زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے غصہ کو قابض رکھے اور صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑے تا کہ عنداللہ بھی وہ ماجور ہو اور طلبہ بھی اُس سے استفادہ کر سکیں کیونکہ اگر معلّم ہر وقت غصہ کرے گا تو طلبہ اُس سے سوال پوچھتے وقت خوف محسوس کریں گیں جس کی وجہ سے وہ مفید استفادہ نہیں کر سکتے، اگر وہ نرم خو ہو گا تو طلبہ مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔

۶۔ حُسن خلق

معلّم کو اخلاق کے اعتبار سے بھی عظیم ترین ہو اور اُس کا ہر ہر عمل قابل تحسین ہونا چاہئے کیونکہ طلبہ ہمیشہ اپنے اساتذہ کی ہی پیروی کرتے ہیں اگر اُستاذ کا عمل ہی اخلاق سے عاری ہو گا تو طلبہ بھی ویسی ہی روش کا اختیار کریں گیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم ۲۲؎

''اور بیشک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے''

کیونکہ نبی بھی اُمت کے لئے اُستاذ ہی ہوتا ہے لہٰذا یہ معلم کا فریضہ ہے کہ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی سُنت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اخلاق کو عظیم ترین بنائے۔

متفرق آداب

معلّم کے لئے مذکورہ آداب کے علاوہ دیگر آداب جن کا معلّم کی شخصیت واخلاق میں ہونا اشد

ضروری ہیں جواُس کی تدریس میں تاثیر پیدا کرتی ہیں وہ درج ہیں:

۱۔طہارت ونظافت

۲۔مجلس تدریس میں بیٹھنے کی کیفیت

۳۔ابتداء بالدعاء

۴۔مجلس تدریس میں لغویات سے اجتناب

۵۔غیر جانبداری

متعلّم کی اہمیت

معلّم کی طرح متعلّم کی بھی اپنی حیثیت واہمیت ہے کیونکہ اسلام میں طلبِ علم کی بہت ہی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہر مقام پر حصول علم کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی ہے۔جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم ۲۳۔

''علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے''

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من جاءہ اجلہ و ھو یطلب العلم لقی اللہ و لم یکن بینہ و بین النبیین الا درجة النبوة ۲۴۔

''جس شخص کو طلب علم کے دوران موت آجائے تو وہ اللہ کو اس حالت میں ملے گا کہ اُس کے اور انبیاء کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق ہوگا''

نبی اکرم ﷺ کی ہدایات ہی ہمارے لئے دلائل اور باعث نجات ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمارے قائد وراہبر وراہنما ہیں اور آپ ﷺ کے اخلاق وآداب کی اتباع باعث خیر وثواب ہے جس کی اتباع صحابہ کرامؓ نے کی پھر تابعین وتبع تابعین نے کی اور اسی نہج پر یہ آداب ہم تک پہنچے۔لہٰذا ان کی اتباع ہر متعلّم کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

آدابِ متعلّم

متعلّم کا مقام اعلی وارفع ہے اور ہر وہ مقام جو بلند مرتبہ پر فائز ہو اُس کے آداب بھی اُسی حیثیت کے مطابق ہوتے ہیں تاکہ اس مقام تک رسائی میں کوئی کمی وکوتاہی باقی نہ رہے اسی لئے اسلامی تعلیمات میں متعلّم کے لئے بھی ایسے آداب کو بیان کیا گیا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہی وہ اپنی منزل ومقصود کو

حاصل کرسکتا ہے۔

ا۔تصحیح نیت

متعلّم کے لئے ابتدائی عمل یہ ہے کہ وہ حصولِ علم کے لئے اوّلاً اپنی نیت درست کرے کیونکہ اگر نیت ہی درست نہ ہوئی تو باقی عمل بھی درست سمت پر گامزن نہیں ہوگا۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا و هی القلب ۲۵۔

''جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہوتو سارا جسم درست ہوتا ہے اور اگر وہ خراب ہوتو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ دل ہے''

امام ابوحنیفہؒ بھی اس معاملہ میں کہتے ہیں:

''جس نے علم دنیا کے حصول کے لئے سیکھا وہ اس کی برکت سے محروم رہا اور اس کے دل میں بھی وہ راسخ نہیں ہوگا نہ ہی وہ اپنے علم کے ذریعے کسی کو نفع دے سکتا ہے، اور جس نے علم کو دین کے لئے سیکھا تو اس کے علم میں برکت دی جاتی ہے اور اُس کے دل میں وہ راسخ ہوجاتا ہے وہ اپنے علم کے ذریعے بہت لوگوں کو نفع پہنچا تا ہے۔'' ۲۶۔

متعلّم کے لئے اشد ضروری ہے کہ اُس کے دل میں یہ حرص نہ ہو کہ وہ حصول علم کے ذریعے کوئی جاہ و مرتبہ پائے گا یا علم کو آمدنی کا ذریعہ بنائے گا بلکہ اُس کا قلب ان چیزوں سے مطہر ہونا چاہئے اور اُس کی نیت علم کے ذریعے رضائے الٰہی، احیاءِ دین اور بقائے اسلام ہو۔

۲۔انتخابِ معلّم

متعلّم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کے حصول کے لئے ایسے معلّم کا انتخاب کرے جو حُسن اخلاق، حُسن تعلیم و تفہیم اور تقوی میں اکمل ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حماد بن سلیمانؒ کا کافی فکر و تأمل کے بعد انتخاب کیا تھا وہ کہتے ہیں:

''میں حماد بن سلیمان کے پاس آیا جب میں نے اُن کو پُروقار، بُردبار اور افہام و تفہیم والا پایا تو میں نے اُن کی صُحبت کو اختیار کرلیا۔'' ۲۷۔

کیونکہ متعلّم نے ایک عرصہ دراز تک اپنے معلّم سے راہنمائی لینی ہوتی ہے اس لئے معلّم کے انتخاب میں ان سب باتوں کا ادراک ہونا چاہئے جو ایک معلّم میں مطلوب ہوتی ہیں۔

۳۔تعظیمِ معلّم

متعلّم کے آداب میں سے ایک یہ بھی ادب ہے کہ وہ اپنے معلّم کی بھی تعظیم واحترام کرے کیونکہ معلّم کی تعظیم دراصل علم کی تعظیم ہے اور علم کا حصول اُس کی تعظیم کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو اصمعی کے پاس حصول علم وادب کے لئے بھیجا، ایک دن خلیفہ نے اصمعی کو دیکھا کہ وہ وضو کررہے ہیں اور خلیفہ کا بیٹا اُس کے پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے، خلیفہ اس بات پر اصمعی سے سخت ناراض ہوا اور کہا کہ میں نے اس کو تمہارے پاس ادب سیکھنے کے لئے بھیجا تھا تم نے اس کو کیوں نہیں کہا کہ اپنے ایک ہاتھ کے ساتھ پاؤں پر پانی ڈالے اور دوسرے کے ساتھ پاؤں کو دھوئے۔۲۸۔

اس سے معلوم ہوا کہ متعلّم کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے معلّم کی تعظیم کرے اور اپنے معلّم کے آگے سے نہ گزرے، اُس کے مقام پر نہ بیٹھے اور نہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس سے پہلے کلام کا آغاز کرے۔

۴۔تعظیمِ کتاب

متعلّم کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب کی بھی تعظیم کرے جس سے وہ علم اخذ کررہا ہے اور اُس کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے۔

جیسا کہ شمس الائمہ الحلوانی کہتے ہیں کہ میں نے اس علم کو اس کی تعظیم کی وجہ سے حاصل کیا ہے کیونکہ میں کسی کتاب کو بھی بغیر طہارت کے ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔۲۹۔

۵۔دوام ومواظبت

کسی بھی شے کے حصول کے لئے محنت، بیداری اور دوام کی شرط ہوتی ہے یکبارگی کوئی بھی شے حاصل نہیں ہوتی اسی طرح علم کے حصول کے لئے بھی اس میں دوام ومواظبت شرط ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کہ یہ نصیحت کرتے تھے کہ تم ہمت والے بن جاؤ کیونکہ جس کی ہمت کمزور ہوگی اُس کی منزل بھی کمزور ہوگی۔۳۰۔

لہٰذا متعلّم کو چاہئے کہ وہ ہمہ وقت علم کے ساتھ منسلک رہے کیونکہ اگر وہ علم کا حصول چاہتا ہے تو اُس کو اپنا سب کچھ علم کے لئے وقف کرنا پڑے گا اور اگر متعلّم نے ایسا نہیں کیا اور مواظبت اختیار نہیں کی تو اُس کو علم حاصل نہیں ہوگا۔

٦۔آداب مجلسِ علم کی رعایت

متعلّم کو چاہیئے کہ وہ مجلس علم کے آداب کو بھی ملحوظِ خاطر رکھے اور کوئی بھی ایسا فعل نہ کرے جو مجلسِ علم کے آداب کے خلاف ہو بلکہ با ادب متعلّم بن کر علم کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ اجازت کے ساتھ کلاس میں داخل ہونا،سلام کرنا، بلند آواز سے گفتگو نہ کرنا اور دورانِ درس معلّم کی طرف متوجہ رہنا۔

علم اور ادب یہ دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ علم بغیر ادب کے ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر روح کے،اسی طرح ادب بغیر علم کے ایسے ہی ہے جیسے روح بغیر جسم کے لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں ان دونوں کا معلّم و متعلّم میں ہمہ وقت موجود ہونا اشد ضروری ہے تا کہ تعلیم و تعلّم کا عمل کامیابی سے ہمکنار رہتے ہوئے احیاءِ دین اور بقائے اسلام رہے۔

آداب معلّم و متعلّم پر بہت سی کُتب تصنیف کی جا چکی ہیں اور اکابرین نے بھی اس پر خاطر خواہ کام کیا ہے تا کہ معلّمین و متعلّمین اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اس سے استفادہ کر سکیں۔

۱۔ العالم والمتعلم از ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

۲۔ وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الی تلمیذہ یوسف بن خالد السمتی البصری از ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

۳۔ حلیۃ طالب العلم از ابوزہرہ محمد

۴۔ الرسول المعلم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم از ابوغدہ عبدالفتاح

۵۔ تعلیم المتعلم طریق التعلم از الزرنوجی برہان الاسلام

٦۔ آداب المتعلمین ورسائل اخری فی التربیۃ الاسلامیۃ از عطار احمد عبدالغفور

۷۔ الرسول والعلم از یوسف قرضاوی

۸۔ تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم از ابن جماعۃ الکنانی

۹۔ آداب المعلم والمتعلم عند الائمۃ الاربعۃ از رحاب عبدالسلام

حوالہ جات

۱۔ المجادلہ:۱۱

۲۔ اٰل عمران:۱۸

۳۔ ہیثمی،علی بن ابوبکر،مجمع الزوائدومنبع الفوائد،بیروت:دارالکتب العلمیہ،۲۰۰۱ئ،باب فضل العالم والمتعلم،رقم الحدیث:۴۹۳

۴۔ اٰل عمران:۱۶۴

۵۔ البینۃ:۵

۶۔ ہیثمی،مجمع الزوائدومنبع الفوائد،،باب فضل العالم والمتعلم،رقم الحدیث:۵۱۰

۷۔ ابن ماجہ:محمد بن یزید،سنن ابن ماجہ،مصر:داراحیاءالکتب العربیۃ،س:ن،باب الانتفاع بالعلم
والعمل بہ،رقم الحدیث:۲۵۴

۸۔ رحاب عبدالسلام،آداب المعلم والمتعلم عندالائمۃ الاربعۃ،المکۃ المکرمۃ:ام القری،
۱۴۲۵ھ،ص۵۷

۹۔ طہٰ:۱۱۴

۱۰۔ الکہف:۶۶

۱۱۔ رحاب،آداب المعلم والمتعلم عندالائمۃ الاربعۃ،ص۵۹

۱۲۔ طہٰ:۱۲۴

۱۳۔ الصّف:۲

۱۴۔ ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی،جامع الترمذی،عمان:بیت الافکارالدولیۃ،س:ن،باب فی القیامۃ،رقم الحدیث:۲۴۱۶

۱۵۔ شافعی،محمد بن ادریس،دیوان الامام الشافعی،بدیع یعقوب(جامع ومحقق)بیروت:دارالکتاب
العربی،۱۹۹۶ئ،ص۱۲۴

۱۶۔ الاسرائ:۸۵

۱۷۔ الشعرائ:۲۱۵

۱۸۔ مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ، ریاض: دار طیبہ، ۲۰۰۶ئ، باب استحباب العفو والتواضع، رقم الحدیث: ۲۵۸۸

۱۹۔ فصلت: ۳۵

۲۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، بیروت: دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ئ، باب الحذر من الغضب، رقم الحدیث: ۶۱۱۴

۲۱۔ رحاب، آداب المعلم والمتعلم عند الائمۃ الاربعۃ، ص ۷۳

۲۲۔ القلم: ۴

۲۳۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ،، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: ۲۲۴

۲۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، باب فضل العالم والمتعلم، رقم الحدیث: ۵۰۴

۲۵۔ مسلم، صحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترک الشبہات، رقم الحدیث: ۱۵۹۹

۲۶۔ رحاب، آداب المعلم والمتعلم عند الائمۃ الاربعۃ، ص ۸۷

۲۷۔ ایضا، ص: ۹۰

۲۸۔ زرنوجی، برہان الاسلام، تعلیم المتعلم طریق المتعلم، سوڈان، دار السودانیہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۸

۲۹۔ ایضا، ص: ۲۹

۳۰۔ رحاب، آداب المعلم والمتعلم عند الائمۃ الاربعۃ، ص ۹۷

یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کُتب فضائل وخصائص نبوی ﷺ کا منہج

فرحانہ تبسم☆

Abstract:

"Allama yousuf bin Ismail Nabhani has been bestowed with a splendid position among the scholars of twentieth century.He scarified his whole life for the sake of Islamic services and defense of Risalat. As far as the subjectivity of topics is concerned, his major field is description of Seerat. In the said field his important topic was demonstration of Uswa(abilities and characteristics) of Muhammad (PBUH).His books are embodiments of splendid phraseology, excellent technicalities regarding style and outstanding poetry and prose versions. "

ملتِ اسلامیہ کی کامیابی کا دارو مدار کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے میں ہے۔ کتاب الٰہی پر عمل سنت کی پیروی ہی سے ممکن ہے جب تک مسلمان سنت مصطفی ﷺ سے رشتہ استوار رکھتے ہیں کوئی ان پر غالب نہیں آسکتا۔ اسی لیے ہر دور میں کوششیں ہوتی رہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ

☆ ایم فل اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

مصطفی ﷺ کو نکالا جائے اور مختلف حیلوں بہانوں سے مقام رسالت کو گھٹا کر پیش کیا جائے تاکہ ان کا شیرازہ بکھر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر بلند رکھنے اور سادہ لوح مسلمانوں کی راہ نمائی کیلئے ہر دور میں اپنے جید بندوں کا انتخاب کیا جنھوں نے شان رسالت کا دفاع کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عظمت رسالت کو از سرِ نو زندہ کر کے ان کی تہذیبی، اخلاقی اور علمی راہنمائی فرمائی۔ عالم عرب میں طاغوتی جتھوں کے خلاف اسلامی عقائد کا دفاع اور حضور سرورکائنات ﷺ کے مقام ومرتبہ کی حفاظت کا بیڑا چودھویں صدی ہجری میں جس شخصیت نے اٹھایا وہ یوسف بن اسماعیل نبہانی ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا حوالہ عشق محمدی ﷺ اور ذکر محمدی ﷺ میں اپنی ذات کو فنا کر لینا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد دین حق کی تبلیغ وتشہیر اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت تھا۔

آپ کا پورا نام یوسف بن اسماعیل بن حسن بن محمد الشافعی ہیں[۱] علامہ نبہانی ۱۲۶۵ ہجری بمطابق ۱۸۴۹ء شمالی فلسطین میں واقع قصبہ ''اجزم'' میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی[۲] اور اوائل رمضان ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔[۳]

تصنیف وتالیف

علامہ نبہانی نے زندگی کی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ آپ نے قرآن، حدیث، سیرت، علم الاسانید، اکابر علماء ومشائخ کے تذکرہ کو اپنے قلم کا موضوع بنایا۔ آپ شاعر بھی ہیں۔ آپ کی شاعری کا اہم موضوع نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی اور آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کا بیان ہے۔ آپ کی تصانیف متنوع معلومات کی حامل ہیں اور آپ کے وسیع مطالعہ کی غماض ہیں۔ آپ کی کتابوں کی فہرست کو دیکھنے سے ہی پتا چلتا ہے کہ آپ کی تصانیف کی اکثریت ارشادات نبوی ﷺ کے مجموعے، فضائل محمدی ﷺ کے ذخیرے اور عشق محمدی ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کسی بھی تصنیف کیلئے مصنف ایک خاص انداز اپناتا ہے وہ جن اصولوں اور طریقوں کو سامنے رکھتے ہوئے کتاب تحریر کرتا ہے وہ اس کا منہج (۱) کہلاتا ہے۔ مثلاً ابواب بندی، تقسیم فصول، عنوانات وغیرہ کا

---

[۱] ''النهج: بفتح فسكون (الطريق الواضح) البين وهو النهج محركة أيضا والجمع نهجات ونهج ونهوج'' النہج ن کی زبر اور ھا کی جزم کے ساتھ (واضح راستہ) اور حرکت کے ساتھ بھی ہے اور اس کی جمع نہجات، نہج اور نھوج ہے۔ (الزبیدی، تاج العروس من جواھر القاموس، ج:۲، ص:۱۰۹)

طریقہ استدلال کا انداز اور دیگر کتب سے انتخاب کا طریقہ وغیرہ منہج میں شامل ہیں۔ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے فضائل وخصائص نبوی ﷺ پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ''جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ'' کے علاوہ باقی کتب کی موضوعات کے اعتبار سے ابواب بندی کی ہے۔ ابواب کو فصول میں تقسیم کیا ہے اور ان کو عنوانات دیے ہیں۔ کتب کے آغاز میں پیش لفظ اور مقدمے دیے ہیں جن میں اپنے اس طریقہ کار کی وضاحت کی ہے جس کے مطابق کتاب تصنیف کی۔ نیز کتاب کے مآخذ ومراجع کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کتب سے استفادہ آسان ہو گیا ہے۔

آپ نے اپنی کتب میں آیات واحادیث سے بہت زیادہ استدلال کیا ہے۔ اکابر علماء کے اقوال کے حوالہ جات بکثرت دیے ہیں۔ نیز موضوعات سے متعلقہ دیگر کتب سے انتخاب آپ کی کتب کا حصہ ہے

۔

علمائے کرام کی کتب سے نقل وجمع کا کام آپ کی کتب میں بہت زیادہ نظر آتا ہے اس لحاظ سے آپ کا منہج ''منہج الانتخاب'' کہلائے گا۔ یہی انتخاب کا منہج ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے زیادہ تر جمع آوری کا کام کیا ہے۔ ذیل میں آپ کے اس خاص منہج کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ا۔ جمع آوری

فضائل وخصائص مصطفی ﷺ کے بیان میں یوسف بن اسماعیل نبہانی نے آیات واحادیث مبارکہ بکثرت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ہر موضوع سے متعلقہ اہم کتب سے مواد لے کر اپنی کتب فضائل میں جمع کر دیا ہے۔ اور یہی جمع آوری آپ کا خاص منہج ہے۔ اور آپ کا یہ منہج کم وبیش تمام کتب میں پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے خصائص جو مختلف علماء ومحققین نے بیان کیے ہیں علامہ نبہانی نے اپنی کتب میں ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔

''جواھر البحار فی فضائل النبی ﷺ المختار'' نبی اکرم ﷺ کے فضائل پر ایک بہترین کتاب ہے۔ جس میں علامہ نبہانی نے ائمہ کرام کے ناموں کو عنوان بناتے ہوئے ان کے اقوال درج کر دیے ہیں۔ جو ان ائمہ کرام کی مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔ آپ ان اقوال کو من وعن درج کرتے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب تو خاص طور پر ''انتخاب'' ہی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر کتب میں بھی آپ نے زیادہ تر ''انتخاب'' ہی جمع کیا ہے۔

''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' میں بھی آیات واحادیث اور کتب سماویہ کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ کبار ائمہ کرام سے نقل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

''وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ'' بھی آپ کی ایک عمدہ تصنیف ہے اس کتاب میں بھی آیات واحادیث بکثرت ہیں اور علمائے کرام سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپ کی وہ کتب جو صلوۃ وسلام سے متعلقہ ہیں جیسا کہ سعادۃ الدارین، افضل الصلوات علی سید السادات ﷺ اور صلوات الثناء، میں بھی مشاھدات وخیالات کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام سے منقول اقوال ملتے ہیں۔

الغرض آپ کا خاص منہج جمع آوری ہے اس جمع آوری میں ان کے مختلف طریقے اور انداز ہیں جو ان کی مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا خصوصی مطالعہ آپ کے منہج کی وضاحت میں مددگار ہوگا۔

۲۔آیات قرآنیہ کے حوالہ جات

یوسف بن اسماعیل نبہانی نے نبی اکرم ﷺ کے فضائل وخصائص بیان کرتے ہوئے بکثرت آیات قرآنیہ کے حوالہ جات دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں جو دنیاوی بھی ہیں، دینی بھی اور اخروی بھی۔ علامہ نبہانی نے آپ ﷺ کی بعثت، اخلاق، اطاعت، اکملیت، بشریت، ختم نبوت، معراج نیز آپ ﷺ کی نسبت سے حاصل ہونے والے فضائل اور امت محمدیہ ﷺ کے فضائل بیان کرنے والی آیات سے استدلال کیا ہے۔

''آپ ﷺ کے دنیاوی فضائل کے بارے میں درج ذیل آیت مبارکہ علامہ نبہانی کی کتاب ''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' میں درج ہے۔ سورۃ کے نام کے ساتھ آیت درج کرتے ہیں۔'' [۴]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ [۵]

''پس آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم ہیں اگر آپ تند مزاج ،سخت دل والے ہوتے تو وہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔''

''آپ ﷺ کے خلق عظیم کے متعلق ''حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ'' میں درج ذیل قرآنی حوالہ لاتے ہیں'' [۶]

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [۷]

''اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں''

آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے مال غنیمت حلال کیا ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

''حجۃ اللہ علی العلمین''میں حوالہ دیتے ہیں۔ ۸؎

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ ۹؎

''کہہ دیجئے کہ غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ﷺ ہیں۔''

الغرض آپ نے آیات قرآنیہ سے بہت زیادہ استدلال کیا ہے۔

۳۔ سابقہ کتب سماویہ سے استدلال

سابقہ کتب سماویہ میں ذات مصطفی ﷺ کے متعلق بشارات موجود تھیں۔ سابقہ انبیاء کرام نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی ہے۔

قرآن کریم میں آتا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰئۃِ وَ مُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ۱۰؎

''اور جب فرمایا عیسٰیؑ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہوگا۔''

سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی نشانیاں بھی بیان ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کے بہت سے ظاہری و باطنی فضائل کا ذکر آیا ہے۔ محدثین نے مختلف روایات بیان کی ہیں جن میں سابقہ کتب سماویہ میں آنے والے فضائل و خصائص نبوی ﷺ کا ذکر ہے۔

یوسف بن اسماعیل نبہانی کا ایک انداز ہے کہ انہوں نے اپنی کتب میں باقاعدہ ''سابقہ آسمانی کتب میں بیان ہونے والے فضائل'' کے عنوان کے تحت ان روایات کو جمع کیا ہے۔ اور الفضائل المحمدیۃ ﷺ میں چھبیس ایسی روایات موجود ہیں۔

یوسف بن اسماعیل نبہانی نے سابقہ کتب میں آنے والی عبارتیں بھی نقل کی ہیں۔ آپ عبارت

نقل کرنے کے بعد ان کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ یہ عبارات آپ کی کتاب ''حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ'' میں بیان ہوئی ہیں۔اس کتاب میں چوالیس بشارات درج ہیں۔

۴۔احادیث مبارکہ سے استدلال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جن اوصاف وخصائص سے متصف فرمایا ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا ذکر خود آپ ﷺ نے فرمایا،سرورِ عالم ﷺ کے بلند مرتبہ ظاہری و باطنی فضائل ،شمائل وخصائص ،اخلاق کریمانہ اور کمالات پیغمبرانہ احادیث مبارکہ کا خاص موضوع ہیں۔یوسف بن اسماعیل نبہانی نے آپ ﷺ کے فضائل بیان کرتے ہوئے احادیث مبارکہ سے بھرپور استدلال کیا ہے۔

''آپ ﷺ کے فضائل میں احادیث'' کے عنوان سے خاص طور پر احادیث درج کی گئی ہیں۔جیسا کہ الفضائل المحمدیۃ ﷺ میں ۱۰۴ احادیث حروف معجم کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہیں۔حجۃ اللہ علی العلمین میں ۴۰ احادیث دی گئی ہیں۔چالیس احادیث پر مشتمل آپ کی کتاب ''الأحادیث الأربعین فی فضائل سید المرسلین ﷺ'' ہے۔جس میں تمام احادیث آپ ﷺ کے فضائل وخصائص کے بیان میں ہیں۔''الاحادیث الاربعین'' اور ''حجۃ اللہ علی العلمین'' میں تو ایک جیسی احادیث ہیں۔جبکہ ''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' میں بھی کچھ احادیث مکرر ہیں جو درج بالا دونوں کتب میں بھی پائی جاتی ہیں۔

ان میں آپ ﷺ کی خاندانی فضلیت، اسمائے گرامی کے فضائل، دنیوی، برزخی، اخروی فضائل اور آپ ﷺ کی نسبت سے حاصل ہونے فضائل کا ذکر ہے۔ان خصوصی احادیث کے علاوہ آپ ﷺ کے شمائل، اخلاق، دلائل، معجزات اور دیگر فضائل وغیرہ کے بیان میں درج بالا کتب اور دیگر کتب فضائل میں جابجا احادیث کے حوالہ جات ملتے ہیں۔الفضائل المحمدیۃ میں آپ ﷺ کے اخروی فضائل کے بارے میں درج ذیل حدیث مبارکہ بیان ہوئی ہے:

> **أنا سید ولد آدم یوم القیامة، وأول من ینشق عنه القبر، وأول شافع وأول مشفع۔أخرجه مسلم وأبو داؤد عن أبی هریرة عن النبی ﷺ[۱۱]**
>
> ''قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے نکالا جاؤں گا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

علامہ نبہانی نے حدیث کی اہم کتب سے استفادہ کیا ہے۔ جیسا کہ کتب صحاح ستہ، المستدرک وغیرہ۔ علامہ نبہانی نے روایات میں آنے والے جو الفاظ قابل وضاحت تھے ان کے معانی بھی بیان فرمائے ہیں۔ ''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' اور ''وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ'' میں حدیث کے متن کے ساتھ ساتھ ہی معانی بیان کرتے ہیں۔

۵۔ علمائے یہود اور عیسائی راہبوں کے بیان کردہ فضائل نبوی ﷺ سے استدلال

یہودی علماء اور عیسائی راہبوں نے آپ ﷺ کے فضائل و خصائص اپنی الہامی کتب کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل ہی آپ ﷺ کے متعلق بشارات دیں۔ آپ ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کے زمانے کی خصوصیات بیان کیں جن کا ذکر ان کی کتب میں موجود تھا۔ علامہ نبہانی نے یہود و نصاریٰ کے بیان کردہ ان فضائل نبوی ﷺ کا ذکر اپنی کتاب ''حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ'' میں بہت تفصیل سے کیا ہے اور مختلف ائمہ کرام سے نقل کرتے ہوئے کئی واقعات بیان کیے ہیں جو عظمت مصطفی ﷺ کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ خصائص نبوی ﷺ بیان کرنے میں ان کا ایک خاص انداز ہے۔ ان علماء اور راہبوں میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ان سے بہت کچھ روایت کیا گیا ہے۔ جو ان کی کتب میں شامل تھا۔ ''حجۃ اللہ علی العلمین'' میں عبداللہ بن سلامؓ کا تذکرہ جس طرح کیا گیا ہے اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

> ''عبداللہ بن سلامؓ علمائے یہود میں سے بہت بڑے عالم تھے۔ وہ حضرت یوسفؑ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا نام ''الحصین'' تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ علمائے حدیث اور سیرت نگاروں نے ان سے بہت کچھ روایت کیا ہے۔''[۱۲]

علامہ نبہانی نے صحیح بخاری، سیرۃ حلبیہ، المواھب اللدنیۃ، خصائص کبریٰ، شواھد النبوۃ، فتح الباری اور دیگر کتب میں بیان ہونے والے عیسائی راھبوں کے بیان کردہ آپ ﷺ کے فضائل اور بشارات کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۔ دلائل و معجزات سے استدلال

نبوت کے دلائل اور معجزات انبیاء کی صداقت اور عظمت و رفعت کا ثبوت ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزات اور دلائل تمام انبیاءؑ و رسلؑ سے زیادہ اور عیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عمدہ معجزات اور نفیس دلائل سے تائید کی ہے۔ ان دلائل و معجزات کے ذکر کا مقصد آپ ﷺ کی بلند شان

اور دنیاوی واخروی فضائل اور خصائص کا بیان ہے۔ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے تفصیلاً آپ ﷺ کے معجزات اور نبوت کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے جو آپ ﷺ کے فضائل و خصائص بیان کرنے میں آپ کا ایک انداز ہے۔ آپ نے ''حجۃ اللہ علی العلمین ''میں قرآن، حدیث اور اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں آپ ﷺ کے معجزات بیان کیے ہیں۔ آپ ﷺ کے نسب نامہ کی طہارت، آپ ﷺ کی نبوت سے متعلق بشارات، اور دیگر معجزات ذکر کیے ہیں۔

آپ نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے متعلقہ مختلف لوگوں کی تصانیف سے استفادہ کرتے ہوئے انھیں اپنی کتب میں نقل کیا ہے جیسا کہ ابو العباس ابن تیمیہ کی کتاب ''الجواب الصحیح'' میں سے طویل اقتباسات کا انتخاب۔ ۱۳؎

۹۔صاحبانِ ذوق کے فصاحت پاروں کا استعمال

علامہ نبہانی کی تقریباً تمام کتب فضائل وخصائص میں شعراء کے کلام سے حوالہ جات ملتے ہیں آپ نے بکثرت شاعری سے استدلال کیا ہے۔ اپنے اشعار کے ساتھ ساتھ دیگر شعراء کا کلام بھی نقل کیا ہے۔ بات میں اثر انگیزی اور خوبصورتی کے لیے یہ ایک بہت عمدہ انداز ہے۔ آپ نے خود بھی اشعار بطور حوالہ پیش کیے ہیں اور جن علماء کرام سے نقل کرتے ہیں ان کے اقوال میں بھی اشعار ملتے ہیں۔ جیسا کہ ''جواھر البحار فی فضائل النبی المختار'' میں آپ نے قاضی عیاض کے فومودات نقل کیے ہیں ان میں وہ اشعار کا ذکر کر کے آپ ﷺ کی عظمت وفضلیت بیان کرتے ہیں۔

وأنت لما ولدت اشرقت الار ض وضاء ت بنورک الافق

ونحن فی ذلک الضیاء و فی النور وسبل الرشاد نخترق ۱۴؎

''جب آپ رونق افروز دہر ہوئے تو تشریف آوری سے

زمین پرنور ہو گئی اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔

ہم آپ کی ضیا پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی میں تو

راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔''

اسی طرح آپ کی دیگر کتب میں بھی جابجا اشعار ملتے ہیں۔ ''حجۃ اللہ علی العلمین'' میں بہت زیادہ اشعار بیان ہوئے ہیں۔

۱۰۔خوابوں کا تذکرہ

علامہ نبہانی نے اپنے خواب اور دیگر ائمہ کرام کے ایسے خواب بیان کیے ہیں جن میں ان لوگوں کے لیے بشارتیں نظر آئی ہیں جو آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا تذکرہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

آپ نے محمد محی الدین ابن العربی کے رسالہ مبشرات میں آنے والے ان کے خوابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ۱۵؎

علاوہ ازیں دیگر علمائے کرام کے خواب بھی علامہ نبہانی نے ذکر کیے ہیں جن میں انھیں آپ ﷺ سے محبت اور درود پاک کی برکت سے بشارتیں ملیں۔ جیسا کہ ادیب آفندی ابن محمد الحفا شامی، داؤد آفندی ابوغزالہ نابلسی وغیرہ کے خوابوں کا تذکرہ۔

۱۱۔حوالہ دینے کا طریقہ

علامہ نبہانی نے جن مآخذ سے استفادہ کیا ہے اس کا ذکر متن کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ اور اکثر شروع میں حوالہ دیتے ہیں۔ اس کے لیے مختلف انداز اپناتے ہیں۔ بعض اوقات کتاب اور مصنف کا نام دونوں ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں بیان کرتے ہیں:

قال الامام الماوردی فی اعلام النبوۃ ۱۶؎

''امام الماوردی نے اعلام النبوۃ میں فرمایا۔''

کئی مرتبہ صرف ''کتاب''، جس سے نقل کیا گیا ہو، کا نام بیان کرتے ہیں مصنف کا نام نہیں دیتے۔ مثلاً:

وفیھا أیضا عن فتح الباری انہ ﷺ تکلم فی اول ما ولد۔ ۱۷؎

اکثر جگہوں پر صرف مصنف کا نام ذکر کرتے ہیں کتاب جس سے استفادہ کیا ہو، اس کا نام نہیں لکھتے۔ مثلاً

وأخرج ابو یعلی و الطبرانی و ابن عساکر و الحسن بن عرفہ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیلۃ عوج بی الی السماء ما بررت بسماء الاوجدت اسمی فیھا مکتوبا محمد رسول اللہ و ابوبکر الصدیق خلفی ۱۸؎

علامہ نبہانی نے اپنی کتاب ''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' میں احادیث مبارکہ کے حوالہ جات

میں یہ طریقہ اپنایا ہے کہ پہلے حدیث کا متن درج کرتے ہیں اور آخر میں حوالہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں مصنف نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے کبھی کتاب کا نام بھی دیتے ہیں اور کبھی صرف مصنف کے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔مثال کے طور پر:

اتخذ اللّٰہ إبراهيم خليلاً، و موسى نجيا، و اتخذني حبيبا ثم قال: "و عزتي و جلالي لأوثرن حبيبي على خليلي و نجي" أخرجه البيهقي عن أبي هريرة عن النبي ﷺ۔ و معنى أوثرن أفضلن ١٩۔

الغرض آپ نے حوالہ جات کے لیے کئی طریقے اپنائے ہیں۔

۱۲۔ ''فائدہ'' اور ''تنبیہات'' کے زیر عنوان مشکل امور کی وضاحت

علامہ نبہانی نے اپنی کتب میں فائدہ اور تنبیہات کے عنوانات قائم کیے ہیں۔جن کے تحت مختلف کاموں سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا ہے۔مشکل چیزوں کی وضاحت کی ہے اور دیگر علماء کے تبصرے اور اپنی طرف سے تبصرہ و وضاحت دی ہے۔

مثال کے طور پر'' وسائل الوصول''میں ابو ہریرۃ ؓ کی روایت درج ہے۔جس میں آپ ﷺ کے نئے پھل کو دیکھ کر دعا کرنے کا ذکر ہے۔نیز آپ ﷺ کا اپنے علاقے کے پھلوں کو خوشی سے تناول فرمانے کا ذکر ہے۔۲۰۔

اسی طرح'' أفضل الصلوات''میں'' فائدہ'' کے تحت اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہوئے کما صلیت علی ابراہیم اور کما بارکت علی ابراہیم کا کیا مقام ہے۔۲۱۔

علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادۃ الدارین میں چالیس ایسے درودوں کا ذکر لائے ہیں جن میں آپ ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' ذکر ہوا ہے۔۲۲۔

درودوں کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ لاتے ہیں۔جس میں علامہ ابن حجر کا ''الدر المنضود'' میں کہا گیا قول نقل کرتے ہیں۔اس بات کی وضاحت میں کہ ان درودوں میں آپ ﷺ کا اسم گرامی اسم علم کے دیگر مناسب اسمائے وصفی مثلاً معلم وغیرہ کے بجائے ''محمد'' ذکر کرنے کی حکمت کیا ہے۔۲۳۔

۱۳۔مشکل الفاظ کی ضبط و تفسیر

علامہ نبہانی نے جہاں ضرورت محسوس کی الفاظ کی ضبط و تفسیر کی ہے آپ کا یہ طریقہ آپ کی کتاب ''وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ'' میں جا بجا ملتا ہے۔

وكان رسول الله ﷺ رجلا مربوعا ، بعيد مابين المنكبين، عظيم الجمة إلى شحمة أذنيه ومعنى (الرجل): من فی شعره تكسر قليل و (الجمة): مجتمع شعر الرأس ، وهی اكثر من الوفرة واللّمة ۲۴؎

''نبی اکرم ﷺ کسی قدر گھنگھریالے بالوں والے اور درمیانہ قد کے تھے ۔ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ ذرا زیادہ تھا۔ گنجان بالوں والے تھے جو کانوں کی لوتک ہوتے الرجل کا معنی جس کے بال کسی قدر گھنگریالے ہوں۔ الجمۃ گنجان بال اور کانوں کے لو سے ذرا بڑھے ہوئے بال''

۱۵۔مصادر ومراجع کی نشان دہی

علامہ نبہانی جن کتب سے مدد حاصل کرتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں اور یہ ذکر کتاب کے آغاز میں لے آتے ہیں اور وضاحت کردیتے ہیں کہ میں نے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا ہے۔جیسا کہ ''حجۃ اللہ علی العلمین''میں یہ تفصیل پیش لفظ میں دی گئی ہے۔۲۵؎

اسی طرح ''وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ'' کے پیش لفظ میں فہرست دی گئی ہے جو ان کتب پر مشتمل ہے جن سے آپ نے نقل کیا ہے۔۲۶؎

''افضل الصلوات علی سید السادات ﷺ'' کے مآخذ و مراجع کا ذکر بھی شروع میں کیا گیا ہے۔

۱۶۔مکررات

علامہ نبہانی نے فضائل وخصائص نبوی ﷺ پر بہت کام کیا ہے آپ نبی اکرم ﷺ کے سچے عاشق تھے۔اوراس عشق کا اظہار ان تصانیف میں ہوتا ہے جو انہوں نے آپ ﷺ کے فضائل پر لکھی ہیں۔عمر بھر نبی ﷺ کی عظمت ورفعت کا تذکرہ آپ کا وظیفہ رہا ہے۔کیونکہ آپ نے ہر پہلو سے آپ ﷺ کی تعریف وتحمید بیان کی ہے اور بہت زیادہ کی ہے لہذا آپ کے کام میں تکرار بھی پائی جاتی ہے۔

آپ نے ''الاحادیث الاربعین فی فضائل سید المرسلین ﷺ'' میں آپ ﷺ کی فضلیت میں چالیس احادیث بیان کی ہیں۔یہی چالیس احادیث اسی عنوان سے آپ کی کتاب ''حجۃ اللہ علی

العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ'' میں بھی شامل ہیں اور ان میں سے اکثر احادیث آپ کی کتاب ''الفضائل المحمدیۃ ﷺ'' میں بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ آپ نے فضائل نبوی ﷺ پر بہت سی کتب لکھیں اور بہت سے ائمہ کرام کے اقوال اکٹھے کیے ہیں لہذا آپ کی کتب میں فضائل نبوی ﷺ سے متعلقہ آیات و احادیث میں تکرار موجود ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بار بار نظر سے گزرتی ہیں۔

علامہ نبہانی کی کتب فضائل و خصائص کے منہج پر غور و خوض سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے بہت زیادہ استدلال کیا ہے اور یہ بات آپ کی کتب کی افادیت و اہمیت میں بہت زیادہ اضافہ کرتی ہے۔ نیز آپ کا اصل کام جمع آوری ہے۔ اس جمع آوری میں آپ کا حسن انتخاب، ہر موضوع سے متعلقہ اہم مصادر و مراجع سے واقفیت، حسنِ ترتیب اور آپ کا وسیع مطالعہ بے نظیر ہیں۔ جو آپ کی بالغ نظری اور محققانہ شان کے مظہر ہیں۔ آپ کا انتخاب آپ کے عشقِ رسول، اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنے اور شانِ مصطفی ﷺ کے بھرپور دفاع کا ثبوت ہے۔

حوالہ جات

١۔ عمر رضا کحالہ،معجم المؤلفین، بیروت: دار الجیل، ١٩٨٤ئ، ج: ١٣،ص:٢٧٥

٢۔ عمر رضا کحالہ،معجم المؤلفین، بیروت: دار الجیل، ١٩٨٤ئ، ج: ١٣،ص:٢٧٥

٣۔ النبہانی، یوسف بن اسماعیل، الدلالات الواضحات علی دلائل الخیرات وشوارق الانوار، مکۃ، ٢٠٠٧ئ، (الطبعۃ الاولیٰ)، ج:١،ص:٢٥-٢٦

٤۔ النبہانی، الفضائل المحمدیۃ ﷺ،ص:٤٧

٥۔ آل عمران:١٥٩

٦۔ النبہانی، حجۃ اللہ علی العلمین،ص:٦٦٦

٧۔ القلم:٤

٨۔ النبہانی، حجۃ اللہ علی العلمین،ص: ٦٣

٩۔ الانفال:١

١٠۔ الصّف:٦

١١۔ النبہانی، الفضائل المحمدیۃ ﷺ،ص:٩٦

١٢۔ النبہانی، حجۃ اللہ علی العلمین،ص: ١٣٣

١٣۔ ایضاً،ص:٨١۔٧٥

١٤۔ النبہانی، جواھر البحار، ج:١،ص:٤٠

١٥۔ ایضاً،ص:٤٨٧۔٤٧٢

١٦۔ النبہانی، حجۃ اللہ علی العلمین،ص:٦٦٦

١٧۔ ایضاً،ص:٢٣٣

١٨۔ ایضاً،ص:٢١١

١٩۔ النبہانی، الفضائل المحمدیۃ ﷺ،ص:٨٨

٢٠۔ النبہانی، وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ،ص:١٨١

٢١۔ النبہانی، افضل الصلوات علی سید السادات ﷺ،ص:٨

٢٢۔ النبہانی، سعادۃ الدارین،ص: ٢٣٤۔٢٢٩

٢٣۔ ایضاً،ص:٢٣٤

۲۴۔ النبہانی، وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، ص:۶۰
۲۵۔ النبہانی، حجۃ اللہ علی العلمین، ص:۶۔۵
۲۶۔ النبہانی، وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، ص:۳۱۔۳۰

تفسیری ادب میں تفسیر بغوی کا مقام ومرتبہ

رخسانہ منظور☆

Abstract:

The Holy Prophet himself is the very first exegetist of the Holy Quran. The books in the everlargest number have been written for its elucidation. Some of these explanations are popular with the name of "Ummahatul-Kutab fi-ttfasiir (The mother of the explanations) one of these is "Tafsir Mualim-ul-Tanzil written by Muhammad bin Hussan Bin Massood Albagvi. This book an explanation has cherished a high statuse in the books of exposition. There are thousands of sayings of the learned men about the importance and excellence of this Tafseer, which highlight the value of this tafseer in all the expository literature.

علم کے ذرائع میں قطعی علم وحی الٰہی ہے جو ازلی و ابدی ہے۔اس وحی الٰہی پر مشتمل آخری کتاب قرآن مجید ہے جو رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے مشعل راہ اور سامان ہدایت ہے۔یہ وہ واحد کتاب ہے جس کی توضیح وتشریح میں سب سے زیادہ تفاسیر لکھی گئیں۔اس کتاب کے سب سے پہلے مفسر اعظم نبی اکرم ﷺ ہیں۔بے شک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افصح العرب تھے عربی ان کی مادری زبان تھی لیکن کلام اللہ کی مراد سمجھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تشریح و بیان کے محتاج ہوئے ،خود قرآن

☆ایم فل اسکالر،شعبہ علوم اسلامیہ وعربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب الٰہی کا شارح اور مفسر ہونے کی حیثیت سے بیان فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نُزّل الیھم ا؎

''ہم نے آپ پر ذکر کو نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کریں جو اُن کے لئے نازل کیا گیا''

علم تفسیر کا تعارف

لفظ تفسیر وضع عربیہ کی رو سے ''فَسَرَ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کشف اور بیان کے ہیں۔ چنانچہ عربی محاورہ ہے: ''**اسفر الصبح**'' ۲؎ صبح روشن ہوگئی۔

علم تفسیر کو اسی وجہ سے تفسیر کہا جاتا ہے کہ اس میں کلام اللہ کے معانی اور مراد کی توضیح وتشریح ہوتی ہے۔ اور جو معارف ولطائف الفاظ کی سطح میں مخفی ہوتے ہیں ان حقائق کو واضح کیا جاتا ہے۔

علامہ اصبہانی نے فرمایا:

اعلم ان التفسیر فی عرف العلماء کشف المعانی القرآن و بیان المراد ۳؎

''تفسیر اصطلاح علماء میں قرآن کے معانی اور اس کی مراد واضح کر دینے کو کہتے ہیں''

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم

امام ابوحیان اندلسی تفسیر کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق وتلفظ، معانی الفاظ اور ان کے افرادی وترکیبی احوال سے بحث کی جائے اور ان کے تتمات کا بیان کیا جائے۔'' ۴؎

گویا کہ ان تمام پہلوؤں پر مشتمل جو توضیح وتشریح اور بحث ہوگی وہ علمِ تفسیر ہے۔ اور اس ضمن میں جن بھی علوم کی ضرورت ہے ان کو تفسیر کے لیے مبادی علوم کہا جائے گا۔ اور ان اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کلام اللہ کی ایسی تشریح کو تفسیر کے عنوان سے بیان کیا جائے گا۔

تفسیر کی اقسام

تفسیر وہ علم ہے جسے علوم القرآن میں ایک اہم مقام حاصل ہے کیونکہ تفسیر کی دو اقسام ہیں۔ ایک کا نام تفسیر بالماثور اور دوسری کا نام تفسیر بالرائے ہے۔ تفسیر کے ان دونوں اسلوب میں سے تفسیر بالماثور کے متعلق ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کہتے ہیں کہ:

''اثری تفسیر چار امور، قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ، آثارِ صحابہ اور اقوال تابعین پر مشتمل ہے۔'' ۵؎

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کی رائے میں تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں انسانی استطاعت کی حد تک

مراد الٰہی کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس بنیاد پر علمِ تفسیر ہر اس علم کو سموئے ہوئے ہے جس پر مراد الٰہی کا سمجھنا موقوف ہوتا ہے۔

تفسیر کی دوسری قسم تفسیر بالرائے ہے اسے تفسیر بالاجتہاد بھی کہتے ہیں۔اس کی دو اقسام ہیں۔ ایک کو تفسیر بالرائے المحمود اور دوسری کو تفسیر بالرائے المذموم کہتے ہیں۔تفسیر بالماثور پر تمام علماء متفق ہیں جبکہ تفسیر بالرائے میں اختلاف ہے۔تفسیر میں صحابہ اکرام جن تفسیری منابع پر عمل کرتے ان کی علماء نے تعداد چار بتائی ہے۔قرآن مجید، سنت، اجتہاد، قوت استنباط اور اہل کتاب کی روایات۔یہی وہ مصادر و مآخذ ہیں جن کو صحابہؓ نے تفسیر میں بنیاد بنایا اور ان پر عمارتِ تفسیر قائم کی۔

تفسیرِ بغوی کا تعارف

تفسیر ''معالم التنزیل'' امام بغوی کی تصنیفات میں سب سے اہم اور متوسط الحجم کتاب ہے جو تفسیر بغوی کے نام سے اہلِ علم کے ہاں مشہور ہے۔

البغوی کا اسم گرامی حسین بن مسعود بن محمد المعروف ابن الفراء ۶ ہے۔آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔لقب محی السنۃ اور بعض نے فراء اور ابن الفراء کے لقب کا بھی ذکر کیا ہے۔کیونکہ آپ کے والد پوستین سازی کا کام کرتے تھے۔امام بغوی رحمۃ اللہ کا دور علوم وفنون کے عروج و ترقی کے اعتبار سے تاریخ اسلام میں سنہری دور شمار ہوتا ہے۔اس دور میں مختلف علوم وفنون کے بے شمار ماہرین اور کتب منظر عام پر آئیں۔''امام بغوی'' نے اس دور کی شاندار علمی ترقی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔امام بغوی علماء امت کی نظر میں ایک بلند پایہ اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔طبقہ مفسرین میں آپ ایک عظیم مفسر کی حیثیت سے متعارف ہیں ہر دور کے علماء نے آپ کی امامت، جلالت شان، تفقہ فی الدین، تبحر علمی اور جامع علم وعمل ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

كان اماماً جليلاً ورعاً، زاهداً، فقيهاً، محدثاً، مفسراً، جامعاً، بين العلم و العمل سالكاً سبيل السلف ۷

''امام بغوی ایک بڑے امام، زھد وتقویٰ والے، فقیہہ، محدث، مفسر، علم وعمل کے جامع اور سلف کے راستے پر چلنے والے تھے۔''

امام بغویؒ نے اپنے دور میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ ان علوم میں قابل قدر کتب تالیف کیں۔جو ہر دور کے اہل علم کے ہاں مقبول ومتداول رہیں اور علماء کی کثیر تعداد نے ان پر

شروح، حواشی اور تعلیقات تیار کیں۔ مختلف علماء نے فن علم تفسیر میں آپ کی امامت، عظمت، دیانت وتقویٰ اور اس فن میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔ اس کی مثال ہمارے سامنے بلند پایہ تصنیف ''معالم التنزیل'' کی صورت میں ہے۔

امام بغوی نے تفسیر ''معالم التنزیل'' کے مقدمہ کی ابتداء میں تفسیر کی اہمیت، فضیلت پر چند اہم اور قیمتی فوائد تحریر کیئے ہیں۔ اور مقدمہ میں تفسیر ''معالم التنزیل'' کا سببِ تالیف، اُسلوب تفسیر اور مصادر تفسیر کا ذکر خود کیا ہے۔ چنانچہ امام بغوی یوں فرماتے ہیں:

میرے مخلص احباب کی ایک جماعت نے جو حصول علم کے شیدائیوں میں سے تھی۔ مجھ سے فرمائش کی کہ میں قرآن کی تفسیر پر ایک کتاب تصنیف کروں پس میں نے اللہ کے فضل پر اعتماد کرتے ہوئے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ حضور ﷺ کی وصیت پر کار بند رہتے ہوئے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمین کے اطراف و جوانب سے تمہارے پاس بہت سے لوگ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔'' اور تدوین علم میں علماء سلف کی اقتداء اور مخلوق پر رحم وشفقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ تفسیر تالیف کی۔''۸؎

یہ حقیقت ہے کہ ''امام بغوی'' نے تفصیلی مباحث سے بچتے ہوئے ایک متوسط تفسیر تالیف کی۔ اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ کتاب اختصار و جامعیت کے ساتھ قرآنی تفسیر سے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ امام بغویؒ نے ''معالم التنزیل'' کے مصادر جو تفسیر قراءت، حدیث اور تاریخ وسیرت سے متعلق ہیں ان مصادر کا تفصیلی ذکر مقدمہ میں کیا تفسیر ''معالم التنزیل'' سے پہلے تفسیری ادب میں مختلف اسلوب اور مختلف نقطۂ نظر کے تحت تفاسیر لکھی گئیں۔ ''معالم التنزیل'' میں وہ تمام خصائص جمع کر دیئے گئے ہیں جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صحیح اقوال کی جامع اور احادیث نبویہ سے آراستہ اور احکام شرعیہ سے پیراستہ ہے اس کی عبارت دل نشین اور حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔

''معالم التنزیل'' کا تفسیری ادب میں مقام ومرتبہ

کسی بھی تفسیر کا مقام ومرتبہ اس وقت متعین ہوتا ہے جب اس میں پیش کئے جانے والی احادیث اور تفسیری اقوال کی صحت کا علم ہو یہ چیز اس کے ترجمہ اور آثار واقوال کی تخریج سے سامنے آتی

ہے کہ یہ بیان ہونے والی روایات کن کن مصادر کے اندر موجود ہیں۔اس طرح تفسیر کا مقام ومرتبہ متعین ہوتا ہے۔ اپنے ان چند محاسن وخصوصیات کی وجہ سے ''معالم التنزیل'' کتب تفسیر میں اپنی امتیازی خصوصیات کی بناء پرممتاز حیثیت کی حامل ہے۔

تفسیر ماثور

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں یہ کتاب ''ماثورہ کتب'' کے اسلوب کی حامل ہے۔اس کا شمار اہم کتب ماثورہ میں ہوتا ہے۔اور یہ اسی اسلوب کی حامل ہے جو مفسرین کے ہاں سب سے پسندیدہ اور عمدہ خیال کیا جاتا ہے۔محمد حسین ذہبی کہتے ہیں: ''بہرحال یہ کتاب بذاتِ خود نہایت عمدہ، بہت سی کتب تفسیر بالماثور سے افضل واحسن اور ہر طبقہ کے علماء کے مابین مقبول ومتداول ہے۔''۹؎

امام بغوی جب کسی آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اسی مضمون کے تحت مختلف مقامات پر منتشر آیات یا دیگر تشریح وتوضیح کرنے والی آیات کی روشنی میں اس کا معنی ومفہوم ذکر کرتے ہیں پھر اس آیت کی تفسیر میں احادیث نبویہ کے ذریعے کثرت سے استشہاد کرتے ہیں۔اس کے بعد صحابہ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کے آثار واقوال نقل کرتے اور کلمات وآیات قرآنی کی تشریح وتوضیح میں لغت عرب وغیرہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

جامع اور مختصر تفسیر

امام بغوی کا تعلق قرن خامس کے علماء سے ہے۔اس لیے تفسیر بغوی کا شمار ابتدائی تفاسیر میں ہوتا ہے۔تفسیر بغوی کو تفسیر ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) اور تفسیر ثعلبی (۴۲۷ھ) پر مشرف تقدم حاصل ہے کیونکہ یہ تفاسیر انتہائی مفصل اور ضخیم ہیں اور ان میں علمی مسائل کے ذکر وبیان میں انتہائی طوالت سے کام لیا گیا ہے۔تفسیر بغوی کی اہمیت اور قدر ومنزلت اس اعتبار سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ یہ تفسیر تفاسیر متوسطہ میں شمار ہونے کی بناء پر اس طرز کی اولین تفسیر ہے۔جامعیت اور اختصار کی بناء پر اپنی نوعیت کی یہ منفرد تفسیر ہے۔

علوم القرآن کی مختصر مگر جامع مباحث پر مشتمل تفسیر

امام بغوی اپنی تفسیر میں علوم القرآن سے متعلقہ مباحث مثلاً اسباب نزول مکی ومدنی آیات اور ناسخ ومنسوخ جن کا مفسر کے لیے علم ہونا بنیادی شرط رکھتا ہے۔ان پر مختصراً روشنی ڈالتے۔اس سلسلے میں آپ سلف کے آثار واقوال پر اعتماد کرتے۔اور گاہے بگاہے اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے۔''آیات الاحکام میں'' امام بغوی فقہا کے اختلافی اقوال ان کے مسالک، مذاہب اور دلائل وبراہین کا تفصیلی ذکر

کرتے مگر دیگر مفسرین کی طرح حد سے تجاوز نہیں کرتے۔اعتدال کے دائرہ میں محدود رہتے۔ جہاں کسی آیت کی تفسیر میں ضرورت کا تقاضا ہوتا وہاں لغوی، صرفی اور فقہی مباحث بھی ذکر کرتے۔ آپ نے ان علوم کو اختصار و جامعیت کے ساتھ اپنی تفسیر میں پرو دیا۔تفسیر بغوی کسی ایک مخصوص رجحان کی نمائندگی کرنے کی بجائے اختصار، اعتدال اور جامعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تمام پہلوؤں کا بقدرِ ضرورت احاطہ کرتی ہے۔

احادیث کثیرہ پر مشتمل تفسیر

''معالم التنزیل'' میں احادیث بکثرت ذکر کی گئی ہیں۔ امام بغوی محدثین کے طرز پر احادیث نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے سلسلہ سند کو بھی ذکر کرتے ہیں اور احادیث کے صحیح اور حسن ہونے کا درجہ بھی متعین کرتے ہیں۔امام بغوی نے جو احادیث سند متصل کے ساتھ ''معالم التنزیل'' میں ذکر کی ہیں ان کی تعداد دو ہزار چار سو چالیس (۲۴۴۰) ہے اگرچہ بعض احادیث میں صرف صحابی کے نام پر ہی اکتفا کرتے ہوئے بلا سند ہی حدیث ذکر فرمادیتے ہیں۔البتہ صحابہ و تابعین کے اقوال کو بلا سند ہی ذکر کرتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں۔قال ابن عباس کذا و کذا، و قال مجاھد کذا و کذا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان تک پہنچنے والے طُرق مقدمہ میں ذکر کردیئے ہیں چنانچہ اسناد کے عدم تکرار سے کتاب کی ضخامت کم ہونے میں بڑی مدد ملی ہے قاری تضیع اوقات کے ساتھ ساتھ اکتاہٹ کا شکار بھی نہیں ہوتا۔

مسلکی تعصب سے پاک تفسیر

''معالم التنزیل'' کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں کسی خاص مسلک کی رعائیت نہیں کی گئی۔ اگرچہ امام بغوی مسلکاً شافعی ہیں۔لیکن اپنے مذہب کے دفاع میں غلو اور تعصب سے کام نہیں لیا۔امام بغوی نے نہ تو مسلک شافعی کی حمایت و دفاع اور دیگر مسالک کی تردید میں اپنا زورصرف کیا اور نہ ہی دیگر فقہاء وائمہ کے دلائل ذکر کرنے میں بخل سے کام لیا۔ یہ چیز آپ کے اعتدال اور بے تعصبی کی بخوبی دلیل ہے۔اس کی مثالیں جابجا تفسیر معالم التنزیل میں نظر آتی ہیں۔کسی بھی آیت کی تفسیر میں ہر ایک فقیہہ کے دلائل اپنی بحث میں پوری تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

معالم التنزیل کے بارے میں دیگر علماء کی آراء

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس تفسیر کو نہ صرف بہت پسند کیا بلکہ اس کو تفسیر زمخشری اور تفسیر قرطبی پر ترجیح بھی دی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ کون سی تفسیر کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہے ۔زمخشری، قرطبی، بغوی یا ان کے علاوہ کوئی اور؟ تو انہوں نے کہا: کہ جن تین تفاسیر کے متعلق سوال کیا گیا ہے ان میں تفسیر بغوی ضعیف احادیث اور بدعتی افکار سے پاک ہے۔ ۱۰؎

امام ابن تیمیہ جیسے محقق و ناقد کی شہادت کے بعد اس تفسیر کی اہمیت اور قدر و منزلت مسلّم ہے۔ متعدد علماء نے اس تفسیر کی مدح ومنقبت میں بہت سے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ خازن اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ''معالم التنزیل'' کے متعلق کہتے ہیں:

> ''معالم التنزیل'' تفسیر کی نہایت بلند پایہ اور گراں قدر کتاب ہے۔ یہ صحیح اقوال کو جامع، احادیث نبویہ سے آراستہ اور احکام شریعہ سے پیراستہ ہے۔ یہ ازمنہ سابقہ کے عجیب و غریب واقعات سے مزین ہے۔ اس کی عبارت واضح، زبان فصیح اور حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔''

خازن نے جو کچھ تفسیر ''معالم التنزیل'' کے متعلق لکھا اس سے اس کتاب کی عظمت پر بلند پایہ شہادت ملتی ہے۔

''تفسیر بغوی''مفسرین کے ہاں بنیادی مآخذ

بہت سے مفسرین نے ''تفسیر بغوی'' کو اپنی کتب تفاسیر میں ایک بنیادی مآخذ کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اس سے استفادہ لیا ہے اور بہت سے مقامات پر ''معالم التنزیل'' کے حوالے نقل کئے ہیں جن کا مکمل شمار تو مشکل ہے البتہ چند مفسرین جنہوں نے ''معالم التنزیل'' سے استفادہ لیا ان کے نام یہ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ جیسے محقق و عالم بھی ''معالم التنزیل'' سے استفادہ کئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الایمان'' میں امام بغوی کی کتاب کے متعدد حوالے دیئے ہیں۔ ۱۱؎

امام جلال الدین سیوطی نے ''الدرالمنشور'' میں کئی مقامات پر ''معالم التنزیل'' کے حوالے ذکر کئے ہیں۔ ۱۲؎

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب ''تفسیر المظہری'' میں بے شمار مقامات پر امام بغوی کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ بہت سی احادیث وہ نقل کی ہیں جو امام بغوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کی ہیں۔ ۱۳؎

احمد بن مصطفی المراغی نے اپنی کتاب ''تفسیر المراغی'' میں امام بغوی کی کتاب ''تفسیر بغوی'' کو بطور مآخذ ذکر کیا ہے۔ ۱۴؎

علامہ زرقانی نے ''مناہل العرفان فی علوم القرآن'' میں کئی مقامات پر امام بغوی کی تفسیر سے استفادہ کیا ہے۔۱۵؎

ان کے علاوہ تقریباً ہر زمانے کے ہر صاحب تصنیف عالم نے تفسیر ''معالم التنزیل'' سے استفادہ کیا ہے۔اور یہ سلسلہ اب تک مسلسل چل رہا ہے۔دینی علوم کا کوئی طالب علم عصر بغوی سے لے کر آج تک امام بغوی کی تفسیر سے کم یا زیادہ استفادہ ضرور کیا ہے۔ یہ تفسیر اپنی بے شمار خوبیوں کی بناء پر تفاسیر ماثورہ میں اہم مقام کی حامل تفسیر ہے۔اور ہر دور میں اہل علم کے ہاں مقبول ومتداول رہی ہے۔

کبار مفسرین نے اس سے استفادہ کیا اس پر اضافہ کیا اور اس کی تلخیصات لکھیں۔اور یہ سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔ پوری کتاب کو بغور پڑھا اور دیکھا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ''امام بغوی'' تفسیر قرآن کے سلسلہ میں چار بنیادی مآخذ ومصادر پر اعتماد کرتے ہیں۔قرآن، سنت مطہرہ، آثار واقوالِ سلف یعنی صحابہ وتابعین کے اقوال، علوم عربیہ یعنی لغت، نحو وصرف اور استعارہ وغیرہ۔

امام بغوی نے قرآن کی تفسیر میں جو اُسلوب اختیار کیا وہ سنتِ نبویہ ﷺ کو زندہ رکھنے کا اسلوب تھا۔سندوں کا بیان جو کہ اسلاف کا طریقہ تھا لیکن تبع تابعین کے دور میں چھوڑ دیا گیا اسے دوبارہ زندہ کیا گیا۔مختلف ادوار میں تفسیری اسلوب مختلف رہا اور ہر دور نے آنے والے دور کو متاثر کیا۔اسی طرح تفسیر ''معالم التنزیل'' نے بھی تفسیری ادب میں اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ابتداء میں ''معالم التنزیل'' نے عربی تفاسیر کے اسلوب کو متاثر کیا۔آج کے موجودہ دور میں اس اُسلوب نے اردو تفسیر کو بھی متاثر کیا۔

حوالہ جات

۱۔ النحل: ۴۴

۲۔ السری بن احمد السری، شاعر، الوفا، ج:۱،ص:۱۵۱

۳۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، الہیۃ المصر یۃ العالمۃ للکتاب، مصر: ۱۳۹۴ھ، ج: ۴،ص: ۱۹۳

۴۔ ابوحیان اندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر، بیروت: ۱۴۲۰ھ، ج: ۱،ص: ۲۶

۵۔ ذہبی، محمد حسین، التفسیر والمسفر ون، بیروت: دار الفکر، س ن، ج: ۱،ص ۱۵۴

۶۔ بریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح تحقیق محمد ناصر الدین البانی، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۸۵ئ، ج:۱،ص:۱۰

۷۔ سبکی، عبدالوھاب بن تقی الدین، علامہ، طبقات الشفاعیہ الکبری، بیروت: دار المعرفہ، س۔ن، ج: ۴،ص: ۲۱۴

۸۔ بغوی، حسین بن مسعود، الفرائ، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، تحقیق: محمد عبداللہ النمر (ودیگر)، ریاض: دارطیبہ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۷ئ، ج:۱،ص ۵

۹۔ ذہبی، التفسیر والمفسرون، ج:۱،ص: ۱۷۰

۱۰۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الفتاوی الکبیر لابن تیمیہ، مجمع الملک فہد الطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ: ۱۴۱۶ھ، ج: ۵،ص: ۸۴،

۱۱۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الایمان، المکتبہ الاسلامی، عمان اردن: ۱۴۱۶ھ، ج:۱،ص: ۱۶۴

۱۲۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الدر المنشور، دار الفکر، بیروت: س ن، ج:۱،ص: ۳۸

۱۳۔ مظہری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ: ۱۴۱۲ھ، ج: ۳،ص: ۴۱۸

۱۴۔ مراغی، احمد بن مصطفی، تفسیر امراغی، شرکۃ مکتۃ مطبعہ البانی الحلبی واولادہِ، مصر: ۱۳۶۶ھ، ج: ۱،ص: ۲۱

۱۵۔ زرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، مطبعہ عیسی البانی الحلبی وشرکاہ، بدون ذکر المدینہ، طبع ثالث، س ن، ج: ۲،ص: ۳۰

انسانی تربیت پر ماحول کی تاثیرات

عشرت جمیل☆

Abstract:

"Environmental effects on human upbringing. It is topic of all ages, every community and society. Where A man rears up, and the circumstances he undergoes, leave deep and far reaching marks and effects on him. Good and positive surroundings and atmosphere helps in human progress, character building and success. Bad and negative surroundings bring him towards the threshold of destruction and catastrophy.

اللہ خالق و مالکِ کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا تو اُس کو ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی بخشا تاکہ وہ اپنی زندگی محض نفسانی خواہشات کی تکمیل میں صرف نہ کر دے بلکہ اُس کے سامنے وہ بلند و بالا مقاصد ہوں جو اُسے اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ کے عظیم مناصب پر فائز کر سکیں۔ اس کے لیے اللہ رب العزت نے واضح طور پر فرما دیا:

فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا[۱]

''اللہ نے اپنی فطرت پر عوام الناس کو پیدا فرمایا''

یعنی مالکِ کُل نے انسان کو فطرتِ سلیم پر پیدا فرمایا لیکن بعد ازاں جب وہ آہستہ آہستہ جس ماحول اور معاشرہ میں آنکھیں کھولتا اور پروان چڑھتا ہے اُسی کا اثر قبول کرتے ہوئے اُسی کے سانچے میں ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ آج عصرِ حاضر میں جو حالات ہمارے سامنے ہیں اُن کی صورتِ حال بھی کچھ یوں ہے کہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

آج ہر شخص بگڑتی ہوئی اخلاقی و معاشرتی حالت سے پریشان ہے ہر طرف شور بر پا ہے کہ ماحول خراب ہے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر شخص ماحول اور حالات کی خرابی اور بگاڑ کا اظہارِ خیال کرتا نظر آتا ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ ماحول کی خرابی کا محض شور بر پا ہے جبکہ حقیقت میں ہم لوگ ماحول اور حالات کی اصلاح کے سلسلہ میں یا تو سنجیدہ نہیں ہیں یا اس کی اصلاح و تعمیر کا صحیح طریقہ کسی کو معلوم نہیں ہمارا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ رسی کا سرا ڈھونڈ رہے ہیں اور وہ کہیں سے مل نہیں رہا۔ دوسرے لفظوں میں ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کام کہاں سے شروع کیا جائے؟ ہم ماحول کو خراب کرنے والے عوامل اور اس میں بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر سے بھی واقف ہیں اور ان کے نتائج سے بھی آگاہ ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تربیتِ انسانی کے آغاز سے ہی یہ ماحولیاتی عوامل اپنا اثر دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن افسوس! اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور ضمائر کو جگائیں تو یہی آواز سنائی دے گی کہ شاید ہم ماحول کو بگاڑنے والے عناصر و عوامل سے سمجھوتہ کر چکے ہیں اور اب اُنھیں اپنی زندگیوں کا حصہ سمجھتے ہوئے انھیں اپنی حیات سے نکالنے کو تیار نہیں آج ہم میں سے ہر شخص بگڑتی ہوئی اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی حالت سے پریشان ہے ہر طرف بگاڑ اور خرابی کا شور بر پا ہے۔ ہر شخص آہ و بکاء کر رہا ہے کہ ہم زبوں حالی کا شکار اور زوال کی طرف گامزن ہیں لیکن ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم شور بھی مچا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ماحول کی خرابی کا حصہ بھی بنے ہوئے ہیں اور یوں کہے جانے اور نہ کیے جانے کی کیفیت مسلسل ہم پر طاری ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہم کب تک حقائق سے آنکھیں بند کیے رکھیں گے اور عجیب گومگو اور کشمکش کی حالت کا شکار رہیں گے؟۔ محمد قطب لکھتے ہیں:

’’کسی قوم کا اپنے اچھے شہری کے بارے میں تصور یہ ہے کہ وہ ایسا نیک و صلح جو شخص ہو کہ نہ خود پر ظلم کرے اور نہ کسی کو اپنے اوپر ظلم کی اجازت دے یا کسی قوم کے نزدیک ایک اچھا شہری ایک تارک الدنیا زاہد ہے جو دنیا کی اِس قابلِ نفرت کشاکش سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہو یا سچا شہری وہ ہے جو اپنے وطن کا سچا عاشق ہو لیکن اسلام کے نزدیک تربیت کی ضرورت اچھا شہری بنانا نہیں بلکہ اچھا انسان بنانا ہے وہ انسان جو مکمل ہو اور جس میں انسانیت کے سارے جوہر نمایاں ہو گئے ہوں جو صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری روئے زمین کا بہترین باشندہ اور اعلیٰ انسان ہو۔‘‘ ۲؎

دراصل تربیت ایک ناگزیر معاشرتی عمل ہے اور مہذب معاشروں میں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہاں بالغوں کے معیار اور بچوں کی اس قدر کے درمیان ایک لمبی چوڑی خلیج حائل ہوتی ہے اگر کوئی مہذب معاشرہ نسلِ نو کو اُن کے حال پر چھوڑ دے۔ تو وہ بہت جلد دورِ وحشت کی طرف لوٹ جائیں لہٰذا اعلیٰ تربیت ہی وہ واحد راستہ ہے جس کی مدد سے ایک نسل اپنی معاشرتی زندگی بعد میں آنے والے لوگوں کو منتقل کرتی ہے۔

بقول نعیم صدیقی:

’’انسانی کردار کی تعمیر دنیا کا نازک ترین اور انتہائی مشکل ترین کام ہے لیکن ناگزیر اور اہم

ترین بھی! انسانیت جب تک اخلاق کے اعلیٰ اصول واقدار پر قائم نہ ہوجائے تمدن کو اچھے خطوط پر نشوونما دینا ممکن دینا نہیں بحیثیت قوم ہم خود ایک اخلاقی انقلاب کے شدید محتاج ہیں۔''۳؎

اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان قدرت کا اعلیٰ ترین شاہکار ہونے کی حیثیت سے ربِ کائنات کی تخلیق کا وہ اعلیٰ وحسین مرقع ہے جو اگر مائل بہ روحانیت ہو تو فرشتوں کو شرمسار کرے اور اگر کسی پستی میں گرے تو درندوں سے سبقت لے جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۴؎

''بے شک ہم نے انسان کو احسن صورت میں تخلیق کیا''

پھر اعلان فرمایا کہ:

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۵؎

''اور اس میں اپنی روح پھونک دی گئی''

کیونکہ اِس احسن تخلیق سے ربِ کائنات نے احسن ترین کام لینا تھے۔ اس بناء پر اس کی تربیت وتعمیر بھی خصوصی طور پر ضروری ولازمی امر تھی۔

بقول ڈاکٹر خالد علوی:

''تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرتی نظام وجود میں آتا ہے جس میں مرد اپنی حدود پہچانتا ہے اور عورت اپنے اعمال کا تعین کرتی ہے اس دوہری ذمہ داری سے اسلامی معاشرہ پُرسکون، باوقار اور مستحکم ہوتا ہے۔''۶؎

اس لحاظ سے تربیت ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان کی صحیح قدر وقیمت کا شعور وادراک ہوتا ہے ورنہ تربیت کے اعلیٰ طریقوں کے بغیر یقیناً انسان حیوان بنا رہتا ہے۔ شرفِ انسانیت اور مقامِ انسانیت سے نا آشنا رہتا ہے اور سب سے بڑھ کر انسان اپنی خودی اور عرفانِ الٰہی سے بے خبر اور غافل ہوجاتا ہے۔

مودودی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''انسانی تربیت وتہذیب کے لیے جو نظام وضع کیا جائے گا اُس کی بنیاد علم کُلی پر قائم ہوگی اگر علمِ کل صحیح ہوگا تو تربیت وتہذیب کا نظام بھی صحیح ہوگا اور اگر اِس علم میں کوئی خرابی ہوگی تو لازماً اس خرابی سے تہذیب وتربیت کا نظام بھی خراب ہوجائے گا۔''۷؎

چنانچہ تربیت انفرادی اور اجتماعی ہر دو لحاظ سے وہ بنیاد ہے جس پر اسلام اور اس کے تمام ماننے والوں کی تمام ترقی وکامیابی کا انحصار ہے اور یہی اُسے اُس کے مقصدِ اولیں یعنی نیابتِ الٰہی اور بندگیٔ رب کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کا اعلان خود ربِ کائنات نے اِن الفاظ میں فرمایا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۸؎

''اور ہم نے جن وانس کو اپنی بندگی وعبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے''

اِسی سلسلے میں فہمی النجار لکھتے ہیں:

''تربیت انسانی طرزِ عمل پر اثر انداز ہونے والے اہم ترین عوامل میں سے ایک بے حد مؤثر ترین عامل ہے۔ چنانچہ تربیت سے انسانی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ اُس کی قوتیں ابھرتیں اور اُس کے طرزِ عمل کی اصلاح وتہذیب ہوتی ہے اور اس طرح انسان ایک خوب تر اور عمدہ زندگی گزارنے کے لائق بن جاتا ہے۔ باالفاظِ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تربیت کے ذریعے بچے کی جسمانی، ذہنی اور اخلاقی شخصیت نشوونما اور جلاء پاتی ہے اور یوں وہ معاشرے میں ایک خوشگوار اور اچھی زندگی گزارنے کے قابل ہوجاتا ہے۔''۹؎

بقول نعیم صدیقی:

''اسلام کو جس طرح اور جس حد تک میں نے سمجھا ہے اُس کی رو سے اصلاح کا نقطۂ آغاز آدمی کا یہ احساسِ ذمہ داری ہے کہ اپنے اچھے اور برے یا اپنی اصلاح اور بگاڑ کا میں خود ذمہ دار ہوں جس دن یہ احساس انگڑائی لیتا ہے اُس دن انقلابِ سیرت کا آغاز ہوجاتا ہے اور جب تک یہ احساس سن ہوا رہتا ہے ایمان اور اخلاق کے لحاظ سے آدمی پستی کے گڑھے میں پڑا کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔''۱۰؎

تربیت اور تعمیرِ انسانی ہی دراصل تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد، بحیثیت خلیفۃ اللہ انسان کے مقام کے تعین اور اعلیٰ انسانی اقدار کے قیام کے لیے ضروری اور لازمی کام ہے کیونکہ یہ وہ انفرادی واجتماعی عمل ہے جس کے ذریعے معاشرہ وسماج نوخیز نسلوں کو تصورِ حیات بخشتا ہے۔ صحیح عقائد اور درست و اعلیٰ اقدار وروایات اُن کے اذہان میں راسخ کرتا ہے۔ اعلیٰ افکار کی روشنی میں آدابِ زندگی اور شائستہ اخلاق وسیرت کی تربیت کرتا اور یوں پھر ایسے تربیت یافتہ، پاکیزہ اخلاق اور نیک فطرت لوگ دنیا میں پُرامن معاشرہ بناتے ہیں جس کا ذکر خود قرآنِ حکیم میں ان الفاظ میں موجود ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ۱۱؎

''وہ لوگ کہ جب انھیں زمین میں تصرف ملے تو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں''

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۱۲؎

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے تاکہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں''

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

''اسلام کا طریقۂ تربیت بڑا ہی جامع اور ہمہ گیر ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کی مناسب تربیت کا مکمل اہتمام موجود ہے۔''۱۳؎

اسلام ایک وسیع پر حکمت نظامِ حیات پیش کرتا ہے لیکن اِس کی وسعت اور ہمہ گیری کے باوجود اِس کا نظامِ تربیت وتعمیر کسی بھی موقعہ پر اپنے اصل مقصد سے ہٹتا ہوا یا گزرتا ہوا محسوس نہیں ہوتا کیونکہ یہ نظامِ تربیت ایسے مختلف ذرائع کا مجموعہ نہیں جن میں ہر ذریعہ اور ہر وسیلہ انسان کو ایک نئی سمت لے جائے

اوراس جذبہ وکشمکش میں خود انسان کی فطری صلاحیتیں ٹوٹ کر بکھر جائیں بلکہ اسلام انسان کے سامنے ایک صاف سیدھی راہ متعین کرتا ہے اور ایک واضح متعین نصب العین اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے تا کہ انسان اپنی تمام فطری صلاحیتوں کے درمیان پورے تعاون، ہم آہنگی اور سلامتی کے ساتھ اس شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے کامل ضابطۂ حیات کے ساتھ ساتھ ہر دور اور ہر زمانہ میں رب العزت نے بنی نوع انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے انبیاء ورسل بھیجے تا کہ انسان کی تربیت مکمل طور پر اعلیٰ نہج پر ہو کیونکہ انسان پیدائشی طور پر نقال اور مقلد ہے۔ اگر چہ وہ نئی بات سوچتا ہے لیکن اُس کی سرشت میں پیروی وتقلید ہے۔ اس کے لیے قرآنِ حکیم یوں دلائل پیش کرتا ہے:

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۱۴؎

''ہر قوم کے لیے ایک ہدایت دینے والا ہے''

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۱۵؎

''بے شک ہر امت میں ایک ڈرانے والا بھیجا گیا''

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' ۱۶؎

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے''

سید محمد قطب لکھتے ہیں:

''اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کی ذات کو انسانیتِ کاملہ کا نمونہ اور اُسوۂ حسنہ کا پیکر بنا کر بھیجا۔ آپؐ کی ذات انسانیت کی تاریخ کا سب سے بڑا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی آپ ﷺ نے اپنے عمل سے انسانوں کو ہدایت وتربیت بخشی اور آپؐ کی تربیت سے ہی دنیا میں ایک مثالی امت برپا ہوئی۔'' ۱۷؎

لہٰذا ہمیں پہلے خود باعمل و باکردار ہونا ہے اور بعد ازاں تربیت وتعمیرِ امت کا عظیم و بے مثل کارنامہ اور فریضہ سرانجام دینا ہے۔

بقول علامہ سید محمود آلوسی:

''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی ذات کی تکمیل کا حکم دینے کے بعد دوسروں کی تکمیل کا حکم دیتا ہے۔ تا کہ وہ اپنے دشمنوں کے برعکس ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ہدایت کرنے والے بھی بن جائیں۔'' ۱۸؎

انسان کی تربیت وتعمیر پر سب سے زیادہ اور گہرا اثر ماحول کا ہے کیونکہ یہی اس کا سب سے بڑا، مستند اور اعلیٰ و بہترین ذریعۂ وسیلہ اور عکاس ہے۔ ہر مقام کا فطری اور سماجی ماحول مختلف ہوتا ہے اپنے ماحول میں درست ہونے کے لیے افراد میں کچھ مخصوص اوصاف اور صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں جو تعلیم وتربیت ہی کے ذریعے پروان چڑھائی جاتی ہیں۔ ۱۹؎

''تعلیم اِسلامی تناظر'' میں ہے:

''تحقیقات کے جدید طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے علم اجتماعیات کے ماہرین آج تعین

کر سکتے ہیں کہ انسانی رویوں پر ماحول کے کس قدر اثرات ہوتے ہیں لیکن اِس انداز کی تحقیقات نہ ہوں تب بھی یہ عمل نا قابلِ انکار ہے کہ کسی معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے مجموعی کردار کا عمومی فضا اور ماحول سے تعلق ہوتا ہے یا مجموعی کردار ماحول کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے لیکن یوں نئی پرورش پانے والی نسل کی حد تک تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ماحول اسے بناتا یا بگاڑتا ہے اور بنانے اور بگاڑنے کا عمل ہر سو ہر وقت جاری رہتا ہے۔''۲۰؎

انسان اپنے ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے انسان اپنے ماحول اور اردگرد کے مطابق عادات و اطوار اور رویے اپناتا ہے اسی لیے تربیتِ انسانی میں ماحول مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جو انسان پر مکمل طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ظفیر الدین لکھتے ہیں:

''قدرت کی طرف سے کمالِ نزاہت اور صالح فطرت بچوں کو بخشی جاتی ہے پھر وہ دنیا میں گھر کے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں اور ظلمت و ضلالت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں یا ہدایت و صداقت اور حقانیت کے مینار کو پا لیتے ہیں۔''۲۱؎

غرضیکہ انسانی تربیت پر ماحول کی نہایت گہری اور دوررس تاثیرات ہوتی ہیں ماحول اگر اچھا ہے تو تربیت کے لیے کی گئی تمام کوششیں بارآور ثابت ہوتی ہیں ورنہ بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اچھے گھرانوں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی تربیت مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی اس لیے ماحول کو تربیت کے لیے سازگار بنانا چاہیے کیونکہ انسان تو اپنے ماحول کی ہی پیداوار ہوتا ہے۔ ماحول میں جن چیزوں کا چلن اور انداز ہوتا ہے افراد بھی شعور یا غیر شعوری طور پر اُنھی کو اپنا لیتے ہیں افراد اپنی پوری زندگی میں ماحول سے کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں اور ماحول میں شامل اثرات کو قبول کرتے رہتے ہیں۔ ماحول میں شامل اگر مختلف عناصر صحیح بنیادوں پر کام کرتے ہیں تو افراد کو اونچا اُٹھانے اور اُن کے سیرت و کردار کو سنوارنے میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرتے ہیں اور معاشرہ کے لیے بے لوث اور عظیم انسان بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

''ماحول کا انسان پر اثر پڑتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اگر انسان اپنی سابق فطرتِ سلیمہ پر قائم ہو تو اچھے یا برے اثرات قبول کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے اور اپنے اندر برائی یا بھلائی کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین اُسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اگر اچھی یا بری عادتوں میں سے کوئی عادت کسی میں پہلے سے راسخ ہو جائے تو اسی مقدار میں وہ دوسری عادت سے دور ہو جاتا ہے اور اسے وہ عادت اپنانے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے

لہٰذا اگر کسی نیک و صالح شخص میں بھلائی والی عادتیں پہل کر جائیں اور ان کا ملکہ اُس کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ برائی سے دور ہو جاتا ہے اور اس کے لیے برائی کی راہ اختیار کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر شروع میں کسی کے نفس میں برائی بیٹھ جائے اور بری عادتیں پڑ جائیں تو اُس کی اچھی عادتیں بنانا دوبھر ہو جاتا ہے۔''۲۲؎

یوں انسان کا کردار، سیرت اور افعال و اعمال کا انحصار احوال پر ہے اور ان احوال کا براہِ راست اثر ماحول کے زیرِ اثر پڑتا ہے جو پوری انسانیت کو متاثر کرتا ہے جس طرح کے احوال ہوں گے اخلاق و کردار کی تعمیر و تخریب اُسی کے مطابق ہوگی اور ماحول ہی وہ بنیادی عنصر ہے جو انسانی شخصیت کو براہِ راست متاثر کرتا ہے۔

بقول سعیدہ مغنی:

''تعلیم یا تربیت دینے کی تمام تر ذمہ داری ماحول پر عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کے ردِعملوں اور رویوں کو کس قدر، کس طرح اور کس جانب منظم و مرتب کرتا ہے۔ ماحول انسان کا اُستاد ہوتا ہے اور شخصیت گر بھی۔ جس کے ذمے انسان کی عمر کے اور وراثتی خواص کے لحاظ سے خصوصیات کو سمجھنا، ضروریات کو پورا کرنا اور عملی زندگی میں تربیت کے لیے تجربات فراہم کرنے کے علاوہ راہنمائی کرنا بھی شامل ہے۔ پیدائشی طور پر کوئی بچہ پھوہڑ، مجرم یا تخریب کار نہیں ہوتا بلکہ بچے اچھے یا برے، اعلیٰ یا پھوہڑ جو بھی بنتے ہیں۔ ماحول کی تربیت میں توجہ، غفلت یا محرومی سے بنتے ہیں زندگی بنانے والے عنصر یعنی ماحول کے بارے میں ماہرینِ نفسیات اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ بچوں کی صحیح نشوونما کے لیے، صحت مند شخصیت کے لیے اور اچھی تربیت کے لیے بطور اُستاد یہ ضروری ہے۔''۲۳؎

اس سلسلہ میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو تربیت و تعمیر و تعلیم کے لیے مکمل آگہی و شعور عطا کرتا ہے اور اسلامی ماحول ہی وہ واحد راستہ ہے جو انسان کو صالح بنیادیں فراہم کرتا ہے جو اپنے مخصوص اصول و ضوابط، قواعد و قوانین اور منفرد خصوصیات سے مزین ماحول میں جسمانی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی ہر سمت میں ہدایت و راہنمائی فراہم کرتا ہے صرف اسلام ہی ہمیں وہ ماحول عطا کرتا ہے جس میں انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دے کر خلیفۃ اللہ بنایا گیا ہے۔

علامہ شلتوت مصری لکھتے ہیں:

''اسلام دینِ فطرت ہے اور ایک عملی دین ہے اس لیے وہ اپنے احکام کے ذریعے حقیقی بنیادوں پر مقتضیاتِ زندگی کی تنظیم و تکمیل کی ہدایت دیتا ہے اور روح و جسم دونوں کے مطالبات اور تقاضوں کی متوازن اور منصفانہ تکمیل پر زور دیتا ہے۔''۲۴؎

دراصل اسلام کا مکمل اور جامع نظام اپنے اندر شامل تمام شعبوں کی تعمیر اور صورت گری احکامِ ربانی کی روشنی میں کرتا ہے اور حیاتِ انسانی کے ہر پہلو کو ہدایتِ الٰہی کے نور سے منور کرتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہو، اجتماعی ہو، تمدنی، سیاسی، معاشی، معاشرتی غرضیکہ کسی بھی طرح کی ہو ہر جگہ ایک ہی روشنی و نور

ہوتا ہے۔

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

''مسلمان جہاں گئے انہوں نے وہاں کے ادبی مواد سے فائدہ اٹھایا سب کو معلوم ہے کہ یہ مینار ہم نے کہاں سے لیے، یہ محراب کدھر سے آئے، یہ ہندسہ اور ریاضی کہاں سے سیکھا؟ یہ سب بیرونی مواد ہے جو مسلمانوں نے اپنایا اور کثرتِ استعمال اور اپنی طبع آزمائی سے اس کو نکھار کر مکمل طور پر اپنا ٹھپہ اس زور سے لگایا کہ اب کسی کا نقشِ قدم موہوم بھی باقی نہ رہا۔'' ۲۵؎

اس بناء پر دنیا کو اب ایک ایسے مکمل اسلامی ماحول کی ضرورت ہے جو کائنات کی تمام طاقتوں اور قوتوں کی تعمیر وتشکیل نو کر سکے۔ ورنہ اِس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ انسان نے جو کچھ آج حاصل کیا وہ اس کے مہلک اثرات کی نذر ہو جائے گا۔

خورشید احمد وضاحت کرتے ہیں:

''دورِ جدید کی سب سے بڑی ضرورت اسلام ہے اسلام کا معاشرتی نظام یا اسلامی اصولوں سے مزین معاشرہ ہی زندگی کے مسائل کا معقول اور سائنٹفک حل پیش کرتا ہے۔ تمدنی اور تہذیبی زندگی کے لیے ایک مفصل لائحہ عمل دیتا ہے جو صحت مند بنیادوں پر اس کے مستقبل کے ارتقائی تقاضوں کی راہیں ہموار کرتا ہے اسلامی معاشرہ ہی پوری روحانی قوت کے ساتھ زندگی کی روحانی قوت کا اظہار کرتا ہے اور فکری اور نظری الجھنوں کو دور کر کے ہر عقدہ کو کھول دیتا ہے۔'' ۲۶؎

اس لحاظ سے ماحول کی انسانی تربیت پر نہایت اہم، گہری اور دوررس تاثیرات ہیں انسان جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے جس طرح کے حالات سے دوچار ہوتا ہے جن مناظر کو دیکھتا ہے اور جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اُن سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے۔ انسان اپنے اردگرد کے رہن سہن، عقائد و اعمال اور رسوم و رواج سمیت ہر چیز سے متاثر ہوتا ہے اور ماحول کے اندر تو ہر ہر چیز اور ہر ہر ذرہ شامل ہے۔ اس لحاظ سے کسی بھی جگہ یا علاقے کا ماحول خواہ کتنا ہی خوشگوار دکھایا جائے ظاہراً اسے کتنا ہی خوبصورت اور مثالی پیش کیا جائے لیکن اگر صورتِ حال یہ ہو کہ اپنی ذات کی تربیت و تعمیر کی بھرپور کوشش کے ساتھ ہی جیسے ہی کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے تو سامنے ہی بے حیائی و بے راہ روی کا راج نظر آئے انسان کی نظر سینما کے بڑے بڑے عریاں اشتہارات پر پڑے۔ بس میں بیٹھے تو بے حیائی پر مبنی بے ہنگم موسیقی وشاعری کے ترجمان گانے اُس کے کانوں میں پڑیں۔ بازار جائے تو دعوتِ نظارہ دینے والی بے ادب روایات سے قدم قدم پر اُس کا سابقہ پڑے رستہ چلتے چلتے ایسی باتیں اُس کے کانوں میں پڑیں جن میں گالیوں کا آزادانہ استعمال ہو۔ ہوٹل میں جائے تو کھانے پینے کے ساتھ فلمی فحاشی بھی ضرور سماعت کرے۔ تفریح گاہ میں جائے تو وہاں کے غیر قدرتی مناظر فضا کو مضموم کیے ہوئے ہوں بکسٹال پر کھڑے ہوں تو طرح طرح کے بے ہنگم انداز سے رسالوں کے سرورق کی اخلاق سوز تصاویر آپ کی توجہ طلب کر

رہی ہوں۔سفر پر جاتے ہوئے کہیں آدابِ سفرملحوظِ خاطر ہوں وقت گزارنے کے لیےکوئی جریدہ یارسالہ خرید لےتو وہ جنس وتشدداوررومان سے پُرافسانوں کاخزانہ ومخزن ہواوراگرذراسی اور گہری نظر سےغور کیا جائےتوکھل کرسامنے آجائے گا کہ تمام ماحول میں جھوٹ اور رشوت ستانی کا دور دورہ ہے۔دھوکہ اور فریب کاری کا رواج ہے ہوا وہوس کا دوردورہ ہے۔حرام کمائی ترقی کا راستہ ہے۔خوش آمد اورخودنمائی و خوشنمائی نے پورے ماحول کوتعفن زدہ کر رکھا ہے۔حقیقی اساسی عقائد اورعبادات ومعاملات صرف درسی کتب تک محدود ہوکررہ گئے ہیں۔زندگیاں اسلامی عقائد ورواح سے خالی ومبرا ہیں۔قرآن کی تلاوتیں ہیں لیکن حلق سے نیچےنہیں جاتیں نمازیں ہیں مگرفحاشی ومنکرات سےنہیں روکتیں۔خودسوچیں جب اس قسم کے ماحول میں تربیتِ نفس ہوگی تو اس قسم کی ہی اصلاحِ نفس اورتعمیرِسیرت ہوگی۔

سیدخورشیداحمد گیلانی لکھتے ہیں:

''گزشتہ چند سالوں سے صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے کہ ہمارا معاشرہ مجموعی طور پر ''ذہنی بغاوت'' کی راہ پر گامزن ہے۔افرادِمعاشرہ اس راہ پر لگے ہوئے تہذیبی، دینی، قومی،سیاسی،اخلاقی اورمعاشرتی سنگ میل بڑی بے دردی سے روندتے ہوئے برابرآگے بڑھ رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ چندہی سال بعدایک اتھاہ گہرائی اوراندھی کھائی سامنےآئے گی اور پورامعاشرہ اس میں گرکرخودکشی کرلے گابڑے بڑے مذہبی سیاسی لیڈر سے لےکرایک عام کارکن تک اورکسی ارب پتی سے لےکرنانِ شبینہ کےمحتاج تک کی نفسیات میں انارکی،تشدد،عدم برداشت، ہوس ونفس پرستی کےاجزاء''غالب عنصر'' کادرجہ حاصل کرچکے ہیں۔ذہنی بغاوت بذاتِ خودکوئی بری چیزنہیں بشرطیکہ اس کا حوالہ اور ہدف طے ہو۔اس کےبغیر یہ رجحان نرم سےنرم الفاظ میں خودکشی،انارکی،تباہی اور''گھرپھونک تماشہ دیکھ'' کا دوسرا نام ہے۔جبکہ اگرحوالہ اور ہدف سامنے ہویعنی پس منظراورپیش منظر واضح ہوتو یہی ذہنی بغاوت ابراہیمؑ کونمرودی معاشرے سے برسرِ پیکارکردیتی ہےاور یوں دینِ حنیف سے دنیا روشناس ہوتی ہے۔اس ذہنی بغاوت سےموسیٰ کلیم اللہ فرعونکواس کے لشکرسمیت غرقِ دریا کردیتے ہیں اوریہی ذہنی بغاوت عالمِ انسانی کوجمود کےمقابلے میں آزادی تمیز بندہ وآقا کےعہد میں مساواتِ انسانی جبروستم کے زمانے میں خودآگاہی اور جہالت وپسماندگی کے مدمقابل سائنسی ترقی سے مالامال کرتی ہےلیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے کچھ ایسی دوڑ لگ گئی ہے کہ نہ باگ پر ہاتھ رہ گیا ہےاورنہ رکاب میں پاؤں،کوئی اس منہ زورگھوڑےکوتھامےتوکیسے؟ ۲۷ ؎

چنانچہ کسی بھی معاشرے کی فنا وبقاء کاانحصاروہاں کے ماحول پر ہے۔جس طرح کاماحول ہوگا اسی طرح کی شخصیات جنم لیں گی اگر ماحول صراطِ مستقیم پرمبنی ہےتویقیناً اس سے بےلوث عظیم اورانقلابی شخصیات جنم لیں گی لیکن اگر یہ ماحول درست نہ ہوگا تو وہاں کی قوم اورنسل کوتباہی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچاسکتی ہے۔

بقول سیّد مودودی علیہ الرحمۃ:

''یہ صورتِ حال دراصل اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ ہم نے ایک مدت سے اس بات کی پرواہ کرنی چھوڑ دی ہے کہ ہمارے اندر جو اصلاح عظیم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کی کتاب نے کی تھی۔ وہ ہمارے معاشرے میں باقی رہتی ہے یا ضائع ہو جاتی ہے ہمیں اپنی قوم کی دنیا بنانے کی تو بڑی فکر رہتی ہے اور اس کے لیے ہم بڑی تگ و دو کر رہے ہیں مگر اس عظیم الشان اخلاقی و روحانی اصلاح اور اس زبردست دینی نظام کو برقرار رکھنے کی کوئی فکر ہمیں نہیں رہتی جس پر ہماری ملت کے معاشرے کو قائم کیا گیا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارے ہاں بڑے پیمانے پر تعلیم و تربیت اور قانون و ضابطہ کا وہ نظام کارفرما ہے۔ جو اُس ڈھانچے کو منہدم کرنے والا ہے اسی کا نتیجہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے عظیم ترین مقدسات کے پامال ہونے کی ہمارے بااثر طبقے اتنی پرواہ نہیں کرتے جتنی اپنی پتلون کی شکن خراب ہو جانے کی کرتے ہیں۔ جبکہ ارشادِ ربانی ہے:

لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا [۲۸]

''زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد برپا نہ کرو''

انسان کی اصلاح ایک بڑا مشکل کام ہے اُس کو بگاڑنا کوئی مشکل کام نہیں اصلاح کرنی ہو تو سالہا سال کی محنتوں اور مسلسل کوششوں سے ہوتی ہے بگاڑنا ہو تو اس کے لیے کوئی خاص محنت و کوشش درکار نہیں ہوتی بسا اوقات صرف سعیٔ اصلاح سے غفلت ہی اس کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔[۲۹]

اِسی بناء پر آج ہمارا ماحول ایسا ہو چکا ہے کہ ہم اپنے اندر نہ یہ تڑپ رکھتے ہیں کہ ہمارا ملک خوشحال ہو۔ ہمارا ماحول سیاسی استحکام حاصل کرے ہم قرضوں سے نجات پائیں ہم خود کفیل ہوں اقتصادی غلامی سے نجات حاصل کریں ہمارے اندر نہ یہ آرزو ہے کہ ہماری انفرادی زندگی دیانت، امانت، شرافت، عدالت اور مروت جیسے جواہر سے تابدار ہو نہ یہ ولولہ ہے کہ ہم اپنے ملک، قوم، نسل، ماحول اور ذات کو دنیا بھر کے لیے قابلِ رشک بنائیں نہ یہ سوچ ہے کہ چار دن کی چاندنی کے بعد گھپ اندھیرا آنے والا ہے اور کوئی سوائے خدائے بزرگ و برتر کی ذات کے مونس و غمخوار نہیں ہو گا۔ آج ہمارے شوق، ولولے اور جذبے وقف ہیں صرف ہڑتالیں کرنے، جلوس نکالنے، بسوں ویگنوں اور کاروں کے شیشے توڑنے کے لیے۔ اب ہماری تدبیریں منہ موڑے ہوئے ہیں اپنا سارا وقت دھوکہ دہی اور فریب کاری کے طریقے ڈھونڈنے، ملاوٹ کے جدید انداز اپنانے، جھوٹی انا و شان شوکت سے پذیرائی حاصل کرنے، جعلی پاسپورٹوں کے ذریعے بیرونِ ملک جانے، غبن اور پلاٹوں پر قبضہ کرنے اور بینک لوٹنے سے لے کر بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے تک۔ ان حالات میں اور اس ماحول میں ہم کس قوم کی تربیت اور کس طرح کی تعمیر کے ٹوٹکے اپنائیں؟

اسی لحاظ سے قرآنِ حکیم میں ربِّ اعلیٰ نے اسلامی اور غیر اسلامی ماحول میں واضح اور بین طور پر فرق ظاہر کر دیا ہے اور اسلامی ماحول پر مملکت و ریاست کا جو تصور دیا ہے اُس میں نہ کسی قسم کا ابہام ہے

اورنہ التباس۔افراد کی انفرادی و اجتماعی ہر لحاظ سے تربیت و تعمیر اسی کے مطابق لازم وضروری ہے۔

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ۳۰

''اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہی کافر ہیں''

دراصل اسلامی ماحول تو وہ ہے جس کی آزادی و پابندی کی حدود خدا کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت متعین کرتی ہے۔

ماہنامہ طلوعِ اسلام میں ہے:

''اسلامک سٹیٹ اپنے آئین کے اصول و حدود خود مرتب نہیں کرسکتی یہ خدا کی طرف سے متعین کردہ ہیں جن سے اسلامک سٹیٹ انحراف نہیں کرسکتی اور نہ ان میں تغیر و تبدل۔ان غیر متبدل اصولوں کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے یہ اسٹیٹ اپنے داخلی معاملات میں بھی (Sovereign) ہوتی ہے اور خارجی معاملات میں بھی ساورن۔ یاد رکھیے! سیکولر اسٹیٹ سے مراد ہوتی ہے وہ مملکت جس کے حدود و اختیارات پر کسی قسم کا کنٹرول نہ ہو۔ یہ اصطلاح اسلامک سٹیٹ کی ضد ہے۔اس اصطلاح کو اپنے ہاں اختیار کر کے یہ کہنا کہ یہ اسلام کے منافی نہیں یا خود فریبی ہے یا فریب دہی۔''۳۱

لیکن اس کے برعکس اگر ہم دینِ الٰہی کی اتباع میں خالصتاً اسلامی، اصلاحی و تعمیری ماحول اپنائیں گے تو دنیاوی و اُخروی فلاح و کامرانی ہمارے قدم چومے گی اور مکمل اسلامی فلاحی اسٹیٹ قائم ہو جائے گی جو افراد کی تربیت و تعمیر اس نہج پر کرے گی کہ مکمل اسلامی اصول وضوابط اور قواعد و قوانین پر مشتمل ہو اور مکمل نظامِ تمدن قائم ہو اور جس کی اصل شکل اور روح اسلامی ہو اور جو دنیا میں امامت و اقتدار کی مکمل اور بھرپور طاقت وصلاحیت رکھتا ہو۔

خلاصۂ بحث

''انسانی تربیت پر ماحول کی تاثیرات'' یہ ہر دور، ہر علاقے اور ہر معاشرے کا موضوع ہے۔ انسان جہاں رہتا ہے جس ماحول میں پروان چڑھتا ہے اور جن حالات و واقعات سے گزرتا ہے وہ اُس پر گہرے اور دوررس اثرات و تاثیرات مرتب کرتے ہیں۔اچھا اور مثبت ماحول انسان کی تعمیر و ترقی اور کامیابی و کامرانی میں معاونت کرتا ہے اور برا اور منفی ماحول اُسے تباہی و بربادی کے دھانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔اس سے بھی بڑھ کر اسلامی ماحول ہی وہ واحد بنیاد ہے جو انسان کو صحیح اشرف المخلوقات اور نائبِ خداوندی بنانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جو خالقِ کائنات کی طرف سے عطا کردہ ایسا پختہ سانچہ ہے جس میں ڈھل کر انسان رحمن کی طرف سے ملنے والی ہدایت و راہنمائی سے فیض یاب ہو کر دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی حاصل کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی ماحول نہ صرف بنی نوع انسان کو خالق و مالک کل سے دور لے جاتا ہے۔ بلکہ پھر اسے شیطان کے ہتھکنڈوں کا شکار بھی بنا دیتا ہے۔جس کی بنا پر نہ صرف وہ اپنا دنیا میں آنے کا مقصد کھو دیتا ہے بلکہ زوال و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی ڈوب جاتا ہے۔اس لیے لازم ہے کہ انسان کی تربیت و تعمیر اُسی نہج پر ہو جس فطرتِ سلیم پر اُسے پیدا

فرمایا گیا ہے اور اُسے ایسا ہی ماحول فراہم کیا جائے۔جس کے لیے رب کائنات نے اُسے پیدا فرمایا اور اس کی خیر وبھلائی اور ہدایت ورہنمائی کے لیے مختلف ادوار میں انبیاء ورسل اور حق وہدایت کا مخزن الہامی کتب نازل فرمائیں تاکہ بنی نوع انسان اس دنیا میں اپنا فرضِ منصبی احسن طریقہ وانداز سے پورا کرکے اُخروی فلاح وکامرانی حاصل کرسکے۔

حوالہ جات

۱۔ الروم: ۳۰
۲۔ محمد قطب، اسلام کا نظامِ تربیت، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ستمبر ۱۹۸۶ ئ ص ۱۵۔ ۱۹
۳۔ نعیم صدیقی، اپنی اصلاح آپ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، اگست ۱۹۹۱ ئ ص ۳
۴۔ التین: ۴
۵۔ الحجر: ۲۹
۶۔ ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبہ العلمیہ، لاہور، فروری ۱۹۹۱ ئ ص ۱۳۳
۷۔ سید مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، مئی ۱۹۷۶ ئ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳
۸۔ الذّریات: ۵۶
۹۔ فہمی قطب الدین النجار، مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، مترجم: ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی، ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، فروری ۱۹۹۲ ئ ص ۱۴
۱۰۔ نعیم صدیقی، اپنی اصلاح آپ، ص ۱۰
۱۱۔ الحج: ۴۱
۱۲۔ آل عمران: ۱۱۰
۱۳۔ پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی، ۱۹۸۹ ئ، ص ۳۔ ۴
۱۴۔ الرعد: ۷
۱۵۔ الفاطر: ۲۴
۱۶۔ الاحزاب: ۲۱
۱۷۔ محمد قطب، اسلام کا نظامِ تربیت، ص ۲۹۸۔ ۲۹۹
۱۸۔ محمود آلوسی، علامہ سید، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج ۴، ص ۲۰
۱۹۔ افضل حسین، فن تعلیم وتربیت، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۳ ئ ص ۴۶
۲۰۔ مسلم سجاد، تعلیم اسلامی تناظر میں، اشاعت خصوصی، اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم، مجلہ ۸، بورڈ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد، ۱۹۹۰ ئ ص ۸۷

۲۱۔ ظفیر الدین، اسلام کا نظامِ تربیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص ۱۱۰

۲۲۔ ابن ِخلدون، مقدمہ ابنِ خلدون، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۷۰ئ، فصل ۳، ص۳۳۸۔۳۳۷

۲۳۔ سعیدہ مغنی، کنبہ، بچے اور شخصیت، لاہور، ص ۱۳۸

۲۴۔ علامہ شلتوت مصری، الاسلام عقیدہ وشریعت، مترجم: عبدالرشید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۶ئ، ص۲۸۱۔۲۸۰

۲۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، پاکستان تعمیر وتعبیر، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷۷ئ، ص۱۱۶

۲۶۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، لاہور، ص ۱۰

۲۷۔ طلوعِ اسلام لاہور، مضمون: ہمارا معاشرہ رستا ناسور بنتا جا رہا ہے، صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی، ص۵۱۔۵۰

۲۸۔ الاعراف:۵۶

۲۹۔ تکبیر، یکم اپریل ۱۹۹۳ئ، مضمون: عید مبارک مگر کیسے؟ سید مودودی

۳۰۔ المائدہ: ۴۴

۳۱۔ ماہنامہ طلوعِ اسلام، لاہور، جنوری ۱۹۹۳ئ، ص ۳۷

تفسیرِ رؤفی کی صوفیانہ جہت

صباءاسلام☆

Abstract :

Shah Rauf Ahmad Rafat is a remarkable sufi,poet and mufasir of the Holy Quran.He is the writer of Tafseer e Raufi.In this tafseer ,Shah Rauf Ahmad has elaborated the words of quran with the terms of sufism.With his sufi approach,this translation of Quran has become valuable for the person who has the interest in sufism.

صوفیہ کرامؒ نے اصلاحِ معاشرہ میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔اپنے کردار اور عمل کو دلیل بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے الفاظ اور تحریرات کے ذریعے آنے والی نسلوں کے لئے بھی اصلاح کی منزل آسان کر گئے۔ایسے ہی ایک صوفی اور بزرگِ دین شاہ رؤف احمد رافت مجددی ؒ ہیں۔آپ مفسر،محدث،صوفی اور بزرگِ دین،فارسی اور اردو زبان کے شاعر تھے۔مجددی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے معاشرے کے افراد کی دینی اصلاح کی اور صاحبِ ایمان کے ایمان کو مضبوط بنایا۔آپ نے اپنے الفاظ اور اعمال کو دعوتِ دین کی اساس بنایا اور اس مقصد کے لئے کئی کتب بھی تحریر کیں۔ان میں سے ایک تفسیرِ رؤفی ہے۔یہ تفسیر آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے لکھی گئی۔یہ ایک مختصر تفسیر ہے۔چونکہ آپ صوفی بھی ہیں لہٰذا اس تفسیر میں صوفیانہ رنگ بہت زیادہ ہے۔شاعر ہونے کی حیثیت سے شاہ رؤف کی اس تفسیر میں الفاظ شاعری کا لبادہ اوڑھے نظر آتے ہیں اور تصوف کا پیراہن

☆ایم فل اسکالر،شعبہ علوم اسلامیہ وعربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

زیبِ تن کئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔تفسیرِ رؤفی میں شاہ رؤف احمد نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے تصوف کی کئی کتابوں کو مدِّ نظر رکھا ہے اور کئی اقوالِ صوفیہ سے استدلال کیا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ شاہ رؤف احمد نے قرآنی الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے تصوف کے رموز کو بھی بیان کیا ہے۔اور تفسیرِ رؤفی کی اہم خصوصیات میں سے ایک خوبی اس کی صوفیانہ ادا ہے۔

شاہ رؤف احمد کا تعلق صوفی گھرانے سے تھا۔آپ کی طبیعت اور تربیت میں صوفی موجود تھا۔اسی لئے آپ کے افکار میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے۔سورۃ بقرہ میں قوم طالوت کا ذکر کیا گیا ہے۔آپ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''بعضے عارفون نے اس آیتِ شریفہ میں نکتہ بیان فرمایا ہی وہ یہ ہی کہ قوم طالوت سے اشارہ طرف سالکان راہ الٰہی کے ہی اور جالوت نفس ہی اور لشکر اُسکا خصائل رزائل اسکے ہین کہ ہوا اور ہوس اور طمع دنیا اور بخل اور حسد اور تکبر اور کینہ اور غرور ہی اور جوئے آب مال ومتاع دنیوی ہی پس جب سالک متوجہ بقتال نفس ہوتا ہی نہر کہ عبادت مال ومتاع دنیا سے ہی راہ مین پیش آتی ہی جس کسی نے قدر ضرورت سے زیادہ ترمیل کیا طرف دنیا کے استسقائے حرص مین گرفتار ہوا ہر چند زیادہ تر جمع کرتا ہی رغبت اُسکی جمع کرنے مین زیادہ بڑھتی ہی اطمینان خاطر نہین ہوتا'' ۲؎

اسراف کی وضاحت کرتے ہوئے امام قشیری کا قول نقل کرتے ہیں:

''امام قشیری نے کہا کہ جو اپنے نفس کیواسطے خرچ کرے وہ اسراف ہی اگرچہ تِل کا دانہ ہو اور جو اللہ کیواسطے دے اسراف نہین اگرچہ ہزار خانہ ہو'' ۳؎

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۴؎

اس آیت کی وضاحت میں تصوف کا پہلو اس طرح سے لاتے ہیں:

''نکلو واسطے غزوہ تبوک کے ہلکے اور بھاری یعنے سوار اور پیدل یا تندرست اور بیمار یا جوان یا پیر یا درویش اور تونگر یا بے سلاح اور مسلح یا کُوارے ورا بیاہے یا دُبلے اور موٹے یا میان اور خدمت گار سلمیؒ نے کہا ہلکے طاعت کرنیوالے ہین اور بھاری مخالفت کرنیوالے امام قشیری نے کہا خفاف وہ ہین کہ بند شہود ماسوا سے آزاد ہین اور ثقال وہ ہین کہ بقید تعلقات مقید ہین بحر الحقائق مین ہی کہ خفاف مجذوب ہین جو کشش عنایت حق سے براہ سلوک آئے ہین اور ثقال سالک ہین جو پرورش ہدایت سے متوجہ بجذبہی حقانی ہوئے ہین یہہ دونو گروہ راہ پر ہین لیکن ایک بہال کشش پرواز کرتا ہی اور ایک بپائے کوشش راہ چلتا ہی جو پا

نوُن سے چلتا ہی وہ ایک قدم مین عالم کوزیر کرتا ہی اور جو بال اقبال سے اوڑتا ہی ایکدم مین بساط مشاہدہ ماسوے کوطی کرتا ہی'' ۵؎

سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَاتَطْرُدِالَّذِیْنَ یَدْعُوْن رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوَۃِوَالْعَشِیِّ یُرِدُوْنَ وَجْھَهٗ ط ۶؎

اس آیت کی تشریح تصوف کے حوالے سے اس طرح کرتے ہیں:

''ایک بزرگ سے صفت مرید کی پوچھی کہا یَدْعُوْن رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوَۃِوَالْعَشِیِّ یُرِدُوْنَ وَجْهَه سمجھ لیجئے کہ ارادت تین قسم کی ہی ایک ارادت محض دنیا کی ہی کہ فرمایا یریدون عرض الدنیا اسکی نشانیان دوہین دنیا کی زیادتی پر ساتھہ نقصان دین کے راضی ہوجانا اور مفلس مسلمانون سے اعراض کرنا دوسری ارادت محض آخرت کی ہی کہ فرمایا من ارادالآخرۃ و سعیٰ لھا سعیھا اُسکی بھی دو علامتین ہین دنیا کے نقصان پر واسطے سلامتی دین کے راضی ہونا اور الفت درویشون سے کرنا تیسری ارادت محض حق کی ہی کہ فرمایا یریدون وجهه اسکا نشان دونون جہان سے ہاتھہ اٹھانا اور اپنے سے اور تمام خلق سے آزاد ہونا ہے'' ۷؎

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کے اسرار اور اس کی اہم کتب بھی ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہی ہیں اور آپ قرآن کی تفسیر میں ان کو ایک اہم ماٰخذ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ شاہ رؤف احمد کی بے شمار کتب تصوف کے موضوع پر ہیں۔ جو تصوف میں آپ کی گہری دلچسپی کا اظہار ہے۔ آپ کا تعلق ایک صوفی گھرانے سے تھا۔ تصوف ہی آپ کا ماضی اور تصوف ہی آپ کا مستقبل تھا۔ آپ ایک صاحبِ علم صوفی تھے اور ساری زندگی عبادت اور ریاضت میں بسر کی۔ اعلیٰ اخلاق کو نہ صرف اپنی زندگی کا نصب العین بنایا بلکہ امت کو بھی اس کی تلقین کی۔ اپنے الفاظ واشعار کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو بھی اس کی مثال بنایا اور ساری زندگی زہد وتقویٰ کے ساتھ گزاری۔ آپ بیان کرتے ہیں:

یا رب ان افعال سے ہمکو بچا
ہی محمد اپنا توئی نی دوسرا ۸؎

آپ نے نثر اور اشعار دونوں میں تصوف کے موضوع کو جگہ دی۔ آپ کی شاعری اخلاقی مضامین کو گھیرے ہوئے ہے۔ رذائلِ اخلاق سے بچنے اور اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن میں موجود اخلاقی مضامین کی تشریح کرتے ہوئے اصنافِ شعر کے ذریعے بھی امت کی اصلاح کی۔

صبر کرتا ہون مین صبر جمیل

اجر دیوے گا مجھکو رب جلیل ۹؎

آپ کی شاعری میں تصوف کا مرکزی مضمون ''عشق'' بھی موجود ہے اور آپ اسے مجاز کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔

آرزوے عاشقان دیدار ہی
دیدِ جاناں جز انھین کیا کار ہی
جنت اُنکی جلو ہاے یار ہی
دوزخ اُنکی فرقت دلدار ہی ۱۰؎

آپ نے اشعار میں تصوف اور صوفیہ کی تعریف بیان کی ہے۔صوفیہ کرام کے متعلق اشعار لکھے ہیں:

آج کل صوفی کا احوال ایک ہی
ماضی و مستقبل و حال ایک ہی ۱۱؎

صوفیہ کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

جھک جانا تو اضع سے اور چو منے دست وپا
خدمتمین بزرگوں کے یون جائے تو جا تا جا ۱۲؎

شاہ رؤف کی شاعری میں اخلاقی مضامین کی بھرمار ہے اور آپ نے اصنافِ شعر میں اِن مضامین کو نہایت خوبی سے نبھایا ہے۔شرک کی مذمت کرتے ہوئے یہ نظم بیان کرتے ہیں۔

جہل اس سے سوا ہی کیا کہ کوئی
پتھروں کو شریک حق ٹھہرائے
اپنے ہاتھونسے جو تراشے ہین
تف ہے معبود ان بتونکو بنائے ۱۳؎

شاہ رافت کی شاعری پندونصائح سے بھری ہوئی ہے اور اس کا مقصد عام افراد کی اخلاقی اصلاح ہے کیونکہ جب اخلاق سنور جاتے ہیں تو کردار خود بخود نکھر آتا ہے۔آپ نظم کی صورت میں اس طرح نصیحت کرتے ہیں۔

ہوسکے رافت تو بھلائی تو کر
دیکھ کِسی سے نہ برائی تو کر

تجھسے بُرائی بھی کرے گر کوئی
بدلے مین نیکی ہی تو کر اسکے بھی
نیکی سے پاویگا نہ ہرگز خلل
یادرکھ اسبا تکو اور کر عمل ۱۴؎

شاہ رؤف احمد کا وہ کلام جو تفسیرِ رؤفی میں موجود ہے وہ قرآن پاک کی تشریح وتوضیح کے لایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنیادی طور پر آپ کے اشعار کا موضوع تفسیرِ قرآن ہے جس میں تصوف، اخلاق اور عشق موجود ہے۔ تاہم اس میں تصوف کا بیان بہت زیادہ ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ خود ایک صوفی ہیں اور جس خاندن کے آپ چشم و چراغ ہیں، تصوف میں اس کا ایک نام اور مقام ہے، آپ نے بے شمار آیات کی تشریح تصوف کے حوالے سے کی ہے۔ تصوف کی کتب سے استدلال کرنے کے ساتھ صوفیہ کے اقوال اور ان کی آراء نقل کی ہے اور اس طرح تفسیرِ رؤفی میں تصوف کی گہری آمیزش نظر آتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۱۵؎

اس آیتِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے صوفیہ کی آراء بھی نقل کرتے ہیں:

''محمد حکیم قدس سرہٗ نے کہا ہی کہ کوئی خلق بزرگتر خلق محمدی سے نہین کیونکہ آپ نے مشیت اپنی چھوڑ کر اپنے آپ کو بالکلیہ سپرد بمولیٰ کیا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ آپ نہ بلا سے منحرف ہوئے نہ عطا سے منصرف'' ۱۶؎

آپ صوفیہ کی عزت کرتے ہیں اور انہیں عقیدت اور محبت سے مخاطب کرتے ہیں۔ حضرت بہاءالدین نقشبند کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں کئی القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

''حضرت خواجہ خواجگان مرہم دلہائے دردمندان خواجہ بہاوالدین نقشبندی قدس سرہٗ'' ۱۷؎

مزید لکھتے ہیں:

''خواجہ خواجگان امام الطریقۃ حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ'' ۱۸؎

حضرت جنید بغدادی کے لئے لکھتے ہیں:

''حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ'' ۱۹؎

سلاسل اولیا اللہ کا ذکر ہے۔ ۲۰؎ اور لطائف کے بیان کے ساتھ بھی تشریح کی گئی ہے۔ ۲۱؎

آپ کے افکار و خیالات پر نقشبندیہ افکار اور طرق چھائے ہوئے ہیں اور اس کا اظہار تفسیرِ

رؤفی سے بھی ہوتا ہے۔آپ اس طریقہ کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

''سمجھ لیجیئے یہاں سے افضلیت طریقہ شریفہ نقشبندیہ کے اوپر تمام طرق کے کہ گویا یہہ طریقہ ایمان کے اس رکن مین داخل ہی کہ جسکے بغیر ایمان ہوتا ہی نہین''۲۲؎

انیسویں صدی کا دور اس بات کا متقاضی تھا کہ لوگوں کو بے یقینی کے بھنور سے نکال کر یقین کے ساحل پر اتارا جائے۔صوفیہ نے اس آنے والے وقت کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا اور اس کے لئے کوششیں بھی کر لی تھیں۔اس کا اندازہ شیخ محمد اکرام کی بیان کردہ اس تاریخی حقیقت سے ہوتا ہے۔وہ ''موجِ کوثر''میں لکھتے ہیں:

''اس وقت دہلی میں ترویجِ مذہب اور علوم اسلامی کے دو بڑے مرکز تھے۔ایک شاہ عبدالعزیزؒ کا مدرسہ،دوسرے مرزا مظہر جانجاناں کے جانشین شاہ غلام علیؒ کی خانقاہ۔'' ۲۳؎

ان تمام حقائق پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے صوفی اسلام کو پھیلانے کی کوشش میں مصروفِ عمل رہے اور ان کے مدارس اور خانقاہیں اس مقصد کے لئے استعمال ہوتی رہیں۔شاہ رؤف احمد نے ابھی اپنے صوفی ہونے کے فرض کو احسن طریقے سے نبھایا ہے۔آپ نے معاشرے کی اصلاح کے لئے تفسیرِ قرآن کا احسن راستہ اپنایا اور اس میں صوفیانہ افکار کو جگہ دی۔تفسیرِ رؤفی میں صوفیانہ افکار اور نظریات کے مطابق تشریح اس تفسیر کے جداگانہ اسلوب کی وضاحت کرتی ہے اور تصوف کی چاشنی اس تفسیر کے اثر کو مزید گہرا کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شاہ رؤف احمد کے حالات کے لئے ملاحظہ کریں:
رؤف احمد،شاہ، جواہر علویہ، ملک فضل الدین (مترجم)، لاہور: تاجران کتب، س۔ن
۲۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، لاہور: الحقائق فاؤنڈیشن، ۲۰۲۱ئ، ج:۱، ص: ۲۲۴
۳۔ ایضاً، ج:۱، ص:۴۲۱
۴۔ التوبہ:۴۱
۵۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۴۹۲
۶۔ الانعام:۵۲
۷۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۱، ص:۴۰۱۔۴۰۲
۸۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۷
۹۔ ایضاً، ج:۲، ص:۶۸
۱۰۔ ایضاً، ج:۳، ص:۴۰۴
۱۱۔ ایضاً، ج:۱، ص:۴۶۰
۱۲۔ ایضاً، ج:۱، ص:۶۷
۱۳۔ ایضاً، ج:۲، ص:۲۱
۱۴۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۰۶
۱۵۔ القلم:۰۴
۱۶۔ مجددی، رؤف احمد، شاہ، تفسیرِ رؤفی، ج:۳، ص:۳۸۱
۱۷۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۵۵
۱۸۔ ایضاً، ج:۳، ص:۲۴۷
۱۹۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۵۵
۲۰۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۶
۲۱۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۰
۲۲۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۴
۲۳۔ محمد اکرام، شیخ، موجِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵ئ، ص:۸۷

مدارج النبوۃ کا اجمالی تعارف، مآخذ اور خصوصیات

زنیرہ گل☆

Abstract:

Sheikh Abdul Haq Muhaddus Dehlvi is one of the distinguished seerah writers, of 10th century Hijrah. He belonged to Dehli and known as first seerah writer of subcontinent. He wrote more than 100 books Madaraj-un-Nabuwat (مدارج النبوت) was his an outstanding achievement. In this article made an effort to describe the introduction, sources and distinguished characteristics of Madaraj-un-Nabuwat.

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو کفر و شرک اور گمراہی سے نکالنے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور جب سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس پر سلسلہ نبوت ختم ہوگیا تو انسانیت کی اصلاح کیلئے اس جدو جہد کو جاری رکھنے کیلئے امت مسلمہ کے جلیل القدر علماء اور مفکرین آگے بڑے انہوں نے نہ صرف دعوت و ارشاد کا کام جوش و خروش سے کیا بلکہ دین اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں بھی صرف کردیں۔ ان علماء کرام میں ایک نام شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ہے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں علم حدیث کی تصنیف و تدریس کی ابتداء کی تھی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے[۱] اور

☆ ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔انھوں نے بوستان وگلستان دیوانہ خواجہ حافظ اور نظم کی مروجہ کتابیں خود پڑھائیں اور میزان الصرف سے لے کر کافیہ کی تعلیم خود ہی دی۔ ۲؎ بیس سال کی عمر میں فلسفہ،ادب اور فقہ و حدیث پڑھی۔ پھر مزید تعلیم کے حصول کے لیے ماوراء النہری علماء کے پاس تشریف لے گئے۔ ۳؎ آپؒ کی عمر ستائیس سال ہوئی تو سید موسیٰ پاک شہید سے وابستہ ہوئے اور انھوں نے آپؒ کو اپنی خلافت سے نوازا۔ ۴؎ شیخ موسیٰؒ کے فیض صحبت سے شیخ محدث کی اسلامی حمیت کو اور تقویت ملی لیکن ہندوستان میں مذہبی حالات سے دل برداشتہ ہو کر آپؒ نے ۹۹۶ھ میں حجاز کی طرف سفر کرنے کا ارادہ فرمایا۵؎ اور وہاں آپؒ نے شیخ عبدالوھاب متقی القادریؒ سے علم حدیث کا درس لینا شروع کیا۶؎ اور اس طرح آپ کے علم وفضل میں خوب اضافہ ہوا۔آپؒ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے اور یہاں باقاعدہ علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے مسند درس بچھائی ۷؎ اور اس طرح متعدد علوم پر دسترس رکھنے والی اس نادر شخصیت نے تقریباً ایک سو سے زائد تصانیف اور شروحات تالیف فرمائیں۔ ان میں سے ایک کتاب مدارج النبوت ہے ذیل میں اس کتاب کے تعارف، مآخذ اور خصوصیات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

مدارج النبوت کا تعارف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ عہد شاہجہانی کے بلند پایہ اور ممتاز عالم تھے۔آپؒ نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن برصغیر پاک و ہند میں آپؒ وہ پہلے ہندوستانی عالم تھے جنہوں نے سیرت طیبہ پر مکمل اور جامع روشنی اس دور میں ڈالی جب قوم حضور اکرم ﷺ کے بلند وارفع مقام کو سمجھنے میں کوتاہی کرنے لگی اور دین قدیم اور صراط مستقیم سے دور ہونے لگی۔آپؒ نے ان نامساعد حالات میں نبی کریم ﷺ کے بلند وارفع مقام کو واضح کرنے کیلئے ''مدارج النبوۃ ومراتب الفتوۃ'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی۔ چونکہ اس دور میں مراسلت ومعاملات کی زبان فارسی تھی۔اس لیے آپؒ نے اس عہد کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اس تالیف کو فارسی میں پیش کیا۔آپؒ ''مدارج النبوت'' کی تالیف کا مقصد خود واضح فرماتے ہیں کہ

> ''از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلانرا از خواب غفلت بیدار ساز و وطالبان را روبراہ آردو عاشقانر اور ذوق وشوق ورآردپس کتابی آمد شامل براحوال مبدأ وحال حسن و جمال وفضل کمال آن حضرت ﷺ۔'' ۸؎

کہ بے خبروں کو حقیقت حال سے روشناس کرانا، غافلوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا، طالبان حق کو راہ پر

لانا، عاشقوں کو ذوق وشوق میں برقرار رکھنا ضروری تھالہذا اس کتاب کو مرتب کیا جس میں نبی کریم ﷺ کے فضل وکمال، حسن وجمال اور مبدأ ومآل کے احوال کا ذکر وبیان ہے۔

مدارج النبوت دو ضخیم جلدوں میں ہے اور پہلی مرتبہ ۱۲۶۹ھ میں فخر المطابع دہلی سے اور پھر ۱۲۷۱ھ تا ۱۲۷۴ھ میں مظہر العجائب پریس سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۹؎ زیر تحقیق نسخہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور نے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اس شہرہ آفاق کتاب کو بہت اہمیت حاصل ہوئی کیونکہ بعد میں آنے والے مصنفین سیرت نے اس سے خوب استفادہ کیا۔ برصغیر پاک وہند میں ''مدارج النبوۃ'' کو سیرت طیبہ کی پہلی کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ شیخ محققؒ نے ان دو جلدوں میں سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جلد اول ۴۸۶ صفحات پر مشتمل اور جلد دوم ۶۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی ترتیب پانچ قسموں پر مشتمل ہے جلد اول صرف قسم اول پر مشتمل ہے۔ بقیہ چاروں اقسام جلد دوم میں ہیں۔

1۔ قسم اول: فضائل وکمالات

قسم اول میں کل گیارہ ابواب ہیں۔ ان ابواب میں آپ ﷺ کے تمام فضائل وکمالات کو بیان کیا گیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

باب اول : در بیان حسن خلقت وجمال صورت

باب دوم : در بیان اخلاق عظیمہ وصفات کریمہ

باب سوم : در بیان فضل وشرف (اس باب میں ان فضل وشرف کا ذکر ہے جو آیت قرآنیہ اور احادیث کریمہ سے ثابت ہیں۔)

باب چہارم : ذکر حضور ﷺ در کتب سابقہ

باب پنجم : در ذکر فضائل ﷺ (ان فضائل کا ذکر جو انبیائے سابقین اور آپ ﷺ کے درمیان مشترک ہے۔)

باب ششم : در معجزات آنحضور ﷺ (اس باب میں آپ ﷺ کے کمالات مخصوصہ اور معجزات قاہرہ وآیات باہرہ کا ذکر ہے)

باب ہفتم : در اسمائے شریف

باب ہشتم : تخصیص آنحضرت ﷺ در آخرت

باب نہم : ذکر حقوق حضور اکرم ﷺ

آپ ﷺ کے ان حقوق کا تذکرہ جن کی رعائیت و پائیداری تمام مخلوق پر واجب ہے۔

باب دہم : درانواع عبادات حضور اکرم ﷺ

باب یازدہم : عادات حضور اکرم ﷺ

2۔ قسم دوم: درولادت ورضاعت

قسم دوم چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں آپ ﷺ کی ولادت ورضاعت، کفالت ونبوت اور ہجرت کا ذکر ہے۔

باب اول : نور مصطفی ﷺ اصل کائنات است

باب دوم : درکفالت عبدالمطلب آنحضرت ﷺ اورموت وی

باب سوم : اور بدووحی وثبوت نبوت وظہور دعوت واذیت وعداوت کفار

باب چہارم : قضیہ ہجرت ومبادی آں

3۔ قسم سوم: در ذکر و قائع سنوات ہجرات : از ابتداء ہجرت تامبادی مرض وفات آنحضرت ﷺ

اس قسم میں ان تمام واقعات کا ذکر ہے جو باعتبار سن وسال ابتداء ہجرت سے مرض وفات تک وقوع پذیر ہوئے اس قسم میں ابواب کی درجہ بندی نہیں کی گئی بلکہ ہجرت کے ۱۱ سال کے واقعات کو ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

4۔ قسم چہارم:

یہ قسم تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول : دروفات رسول اللہ ﷺ از ابتدا مرض تارحلت

باب دوم : درذکر وقائع کہ درایام مرض واقع شدہ

باب سوم : غسل دادن وتکفین ونماز گزارن

5۔ قسم پنجم:

یہ قسم گیارہ ابواب پر مشتمل ہیں۔

باب اول : درذکر اولاد کرام

باب دوم : در ذکر ازواج مطہرات

باب سوم : در ذکر اعمام، اخوۃ، رضاعیہ جدات النبی ﷺ

باب چہارم : در ذکر خدام النبی

باب پنجم : در ذکر موالی رسول اللہ ﷺ

باب ششم : در ذکر حراست آنحضرت ﷺ

باب ہفتم : در ذکر کتابت آنحضرت ﷺ

باب ہشتم : در ذکر رسل کہ ایشانرا بر ملوک و امرآ فرستادہ

باب نہم : در زکر عمال آنحضرت ﷺ

باب دہم : در ذکر موذنین خطبا و شعرا

باب یازدہم : در بیان اسلحہ وآلات حرب آنحضرت ﷺ

تکملہ

آخر میں نبی کریم ﷺ کی بعض صفات کاملہ کا بیان برطریق اہل معرفت وطریقت اور آپ ﷺ سے استمداد کرنے کا ذکر ہے۔

مصنف نے کتاب کا آغاز مقدمہ سے نہیں کیا ہے بلکہ آیت کریمہ

ھو الاول و الاخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شئی علیم ۱۰؎

سے کیا ہے اور آپ ﷺ کی شان اولیت کی وضاحت احادیث مبارکہ کی روشنی میں فرمائی۔اس کے بعد آپ اس کتاب کی جمع وتالیف کے اسباب کو ذکر کرتے ہیں۔

مصنف نے مدارج النبوت کی تالیف میں نویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب سیرت مثلاً روضۃ الاحباب، معارج النبوت، مواہب الدنیہ کی روایتوں سے استدلال اور استنباط کیا ہے۔

مصنف نے آپ ﷺ کے نسب نامہ سے کتاب کا آغاز نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کی حسن خلقت و جمال صورت کو پہلے ذکر کیا ہے۔پھر آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ، معجزات، فضائل اور حقوق وعبادت کا تذکرہ کیا ہے۔

مکی دور کے واقعات میں بعض پر قدرے تفصیلاً گفتگو کی ہے اور واقعہ کی جزئیات کو بھی تفصیل سے نقل کیا ہے جیسا کہ واقعہ معراج کی بحث ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اسی طرح مدنی دور میں غزوات اور سرایا پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔مثلاً غزوات کی وجہ تسمیہ، شرکا اور ان میں شہید ہونے والے صحابہ

کرام کے نام، اسیران اور مقتولان کی تعداد، غزوات کی اہمیت وفضلیت اور غزوات کے دوران نازل ہونے والی آیات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی مثال غزوہ بدر کے موقع پر وہ آیات اور احادیث ہے جو قتال ملائکہ کے بارے میں مروی ہوئی ہے۔

آپؒ نے غزوات کا ذکر علیحدہ سے نہیں کیا بلکہ باعتبار سن ہجری جتنے بھی ایک سن ہجری میں واقعات رونما ہوئے ان کی تفصیلی وضاحت فرمائی ہے جیسا کہ سن ۲ ہجری کے واقعات میں صرف غزوہ بدر کا ذکر نہیں کیا بلکہ تحویل قبلہ، نکاح فاطمۃ الزہرا، زکوۃ، روزہ، رمضان، نماز عیدالفطر اور صدقہ فطر کی فرضیت، جہاد وقتال کا حکم، غزوہ ابوا، سریہ دارارقم، غزوہ بواط، غزوہ بدر کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

شیخ محققؒ نے ۸ ہجری کے واقعات کے دوران تمام وفود کو ایک جگہ اکھٹا نقل کر دیا ہے تا کہ سن ہجری کے باقی واقعات میں تسلسل قائم رہے اگر چہ ۹ اور ۱۰ ہجری میں بھی بکثرت وفود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کے بارے میں آپ خود رقمطراز ہے۔

''ذکر وقائع سال دہم ز ہجرت وقائع این سال از دونو دوغیرہ بسیار است وما وفود ا یکجا جمع کردیم در ہر سال کہ باشد چانکہ گذشت وغیرہ وفود اینجا ذکر کنیم۔'' ۱۱؎

دسویں سال کے واقعات میں بکثرت وفود وغیرہ ہیں لیکن ہم نے وفود کے ذکر کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے خواہ وہ کسی بھی سال میں ہوں۔

الغرض شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ برصغیر پاک و ہند کے پہلے سیرت نگار ہے۔ جنہوں نے سیرت طیبہ ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کو ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ آپ ﷺ کے عمام، جدات، خدام، موالی، محافظین، کاتبین، حظاط، موذنین کے تمام احوال کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کے گھریلو سامان، آلات حرب، انگشتری، عمامہ شریف کی بھی وضاحت کی ہے۔

اس کے علاوہ مدارج النبوت کی تالیف میں آپؒ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپؒ نے واقعات سیرت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری سے فقہی مسائل کا بھی استخراج کیا ہے جو آپؒ کی تبحر علمی کی دلیل ہے۔

مآخذ کا جائزہ

سیرت نبوی کے متعدد مآخذ ہیں جس میں قرآن مجید کو بنیادی اور اصولی اہمیت وحیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور اسوہ حسنہ کی جامع اور مکمل تفصیل موجود ہے۔ اس

کے بعد ذخیرہ احادیث سے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی مزید جزئیات اور تفصیلات ملتی ہے۔قرآن و حدیث کے اس ذخیرے کے علاوہ جس شعبہ علمی میں صحابہ اور تابعین نے اختصاص پیدا کیا وہ سیر و مغازی کا فن ہے۔اس فن میں ابن اسحاقؒ ، واقدی ، ابن سعد اور طبری نے گرانقدر خدمات سرانجام دی۔فن مغازی کے بعد آپ ﷺ کے دلائل ،شمائل ،معارج اور مدارج پر متعدد تفصیلات لکھی گئی جن سے مابعد سیرت نگاروں نے خوشہ چینی کی اور قرآن و حدیث کے بعد سیرت طیبہ کی ان معتبر و مستند کتب کو سامنے رکھتے ہوئے سیرت طیبہ کے موضوع پر لکھنے کی ہمت کی۔شیخ محققؒ نے بھی مدارج النبوت کی تالیف میں اسی اصول استدلال کو اپنایا اور قرآن ، تفاسیر قرآن ، احادیث اور فارسی کتب و سیرت سے استدلال و استشہاد کو اپنی ابحاث سیرت کا حصہ بنایا ہے۔

ذیل میں مدارج النبوت کے ماخذات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

الہامی کتب

☆ قرآن کریم ☆ تورات

☆ زبور ☆ انجیل

علم التفسیر

☆تفسیر مدارک: امام حافظ الدین نسفی ☆تفسیر کشاف: علامہ زمخشری

☆تفسیر ابن کثیر: حافظ عماد الدین ابن کثیر ☆احکام القرآن: قاضی ابوبکر العربی

☆تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس: علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب

علم حدیث

☆صحاح ستہ ☆ سفر السعادۃ: مولانا مجد الدین فیروز آبادی

☆موطا امام مالک ☆فتح الباری عن صحیح البخاری: علامہ ابن حجر عسقلانی

☆مسند الفردوس: دیلمی ☆ شرح صحیح المسلم: امام نوویؒ

☆شعب الایمان: امام احمد بن حسین بیہقی

علم السیر

☆ کتاب الشفاء: قاضی عیاض اندلسی ☆ کتاب المغازی محمد بن اسحاق

☆ کتاب المغازی: ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی ☆ دلائل النبوۃ: ابن قیتبہ

☆سیرت ابن ہشام: ابومحمد عبدالمالک بن ہشام ☆ دلائل النبوۃ: ابونعیم احمد بن عبداللہ

☆عیون الاثر ابن سید الناس ☆حلیہ النبی: ابونعیم
☆شرح شفاء شمنی ☆جمع الجوامع: جلال الدین سیوطی
☆مختصر السیر: محب طبری ☆روضۃ الاحباب: علامہ سید جمال حسینی
☆معارج النبوت: مولانا معین جرویؒ ☆کتاب الفضائل: بیہقی
☆تجارب الامم: ابوعلی بن مسکویہ ☆ھدی النبی: ابن قیم
☆المواہب اللدنیہ: شیخ احمد بن محمد بن ابی کبر الخطیب القسطلانی
☆نہایت السئول فیما صح من تفضّل الرسول: شیخ عزیز الدین عبدالسلام

علم لغات

☆ قاموس ☆ صحاح
☆ صراح ☆ مشارق

علم التاریخ

☆ تاریخ طبری: ابوجعفر محمد بن جریر طبری ☆ تاریخ مدینہ: ابن عساکر
☆الکامل فی التاریخ: عزالدین علی بن محمد الجزری ☆ طبقات ابن سعد: محمد بن سعد
☆مروج الذھب: مسعودی ☆بھجۃ النفوس: عفیف: یافعی
☆ تاریخ ابن العزیم: علی بن عبداللہ ہاشمی ☆ تاریخ بغداد: خطیب بغدادی
☆تحقیق النصرۃ: ابی بکر بن الحسین مراعی ☆الکامل: ابن عدی
☆البدایہ والنہایہ: اسمعیل بن عمر عماد الدین ابوالفدا ابن کثیر

علم فقہ

☆ کتاب امالی: ولی الدین عراقی ☆شرح السنہ: امام بغویؒ
☆نوادر الاصول: حکیم ترمذی ☆شرح مختصر ابن حاجب: علامہ ابن سبکی

علم اسماء الرجال

☆بھجۃ الاسرار: شیخ ابوالحسن علی بن یوسف شافعی ☆ قوت القلوب: محمد بن عطیہ حارثی المکی
☆اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: علی بن محمد الجزری ☆ کرامات اولیاء: ابن خلاد
☆المنقذ من الضلال: امام حجۃ الاسلام ☆اربعین صوفیہ: ابونعیم
☆استیعاب فی معرفۃ الصحابہ: عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر

متفرقات

☆بطن مفہوم:ابن ظفر بن سیاف ☆منسک:ابوالبقائن

☆من عاش بعدالموت:ابوبکر بنابی الدنیا ☆العظمۃ:ابوالشیخ

کسی کتاب یا تحریر کی خصوصیت اوراس کے مقام ومرتبہ کا تعین اس کے مآخذات سے کیا جاتا ہے کہ آیا جو کچھ لکھا ہے وہ مضمون نگار ومصنف کی ذاتی رائے پر مبنی ہے یا اس سے قبل جو اس فن میں ماہر گذرے ہیں ان سے استفادہ کیا ہے۔شیخ محققؒ نے معاصر سیرت نگاروں کی مانند کم وبیش ۹۰ کتب سے مدارج النبوت کی تالیف میں استفادہ کیا ان میں سے کچھ ماخذات کی نوعیت بنیادی ہیں اور کچھ مآخذات ثانوی نوعیت کے ہیں جو کتاب کے مستند ہونے میں اہم کردارادا کرتے ہیں۔مداراج البنوت کا اصل مآخذ قسطلانی کی ''مواہب اللدنیہ'' ہے۔اس کے بعد معارج النبوت اور روضۃ الاحباب کی روایات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔شیخ محقق نے بہت سی دیگر کتابوں مثلاً حدیث میں (مثلاً صحاح ستہ،سیرت ابن شہام،کتب احادیث،سفرالسعادات اور کتاب السیر میں سے المغازی،کتاب الشفاء،عیون الاثر، ھدی النبی جیسی مستند اور بنیادی کتب کی روایات سے استفادہ کیا جو اپنے دور کی بلند پایہ کتب سیرت ہیں۔اسماءالرجال سے بحث کرنے کیلئے ''استعیاب فی معرفۃ الصحابہ'' اور ''اصابہ فی تمیز الصحابہ'' جیسی بنیادی کتب سے استدلال کرتے ہیں اور جن ثانوی ماخذات سے روایات نقل کرتے ہیں وہ بھی قابل تحسین ہے۔الغرض شیخ محققؒ کے مبحث سیرت میں ان مآخذات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے زیادہ تر بنیادی مآخذات سے استفادہ کیا ہے۔

خصوصیات

1۔عشق رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کی ترویج کا باعث

مدارج النبوت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے اس دور میں جب شریعت وسنت سے بے اعتنائی عام ہوگئی تھی تشکیک واوہام میں ڈوبے ہوئے ذہنوں کو عشق رسول ﷺ کی معرف عطا کی اور آپ ﷺ کے بلندوارفع مقام سے لوگوں کو روشناس کرایا۔

2۔برصغیر کا علمی وادبی شاہکار ہونے کا شرف

اس کتاب کو برصغیر کی پہلی سیرت کی جامع اور مفصل کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہندوستان میں مدارج النبوت سے پہلے کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی اتنی جامع اور مفصل سوانح حیات مرتب نہیں کی یہ اعزاز صرف شیخ محققؒ کو حاصل ہوا۔علامہ شمس بریلوی رقمطراز ہے کہ

''جس طرح حدیث شریف کے فن کے روشناس کرانے کا سہرا حضرت محدث دہلوی کے سر ہے اسی طرح سیرت پاک پر قلم اٹھانے والے دور مغلیہ کے آپ پہلے مصنف ہے۔''۱۲؎

3۔حسن ترتیب

کتاب کی تالیف میں حسن ترتیب کا التزام جا بجا ہے۔موضوعات کو ترتیب دیتے ہوئے ان کے سیاق و سباق کے لحاظ سے ربط کو قائم رکھا گیا ہے۔تمام موضوعات کا آپس میں رشتہ مربوط ہے۔مثلاً قسم دوم میں باب سوم ثبوت نبوت وظہور دعوت اور کفار کے اذیت دینے کے بیان میں ہے تو تیسرا باب ہجرت کے بیان میں ہے۔اسی طرح قسم سوم میں ہجرت کے ۱۱ سالہ واقعات ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب ترتیب پر مشتمل ہے۔اسی حسن ترتیب کی خصوصیت کو برقرار رکھنے کے لیے عام وفود کو بھی ایک ہی جگہ اکھٹا نقل کیا گیا ہے۔

4۔ترکزیت

کتاب ترکزیت کی حامل ہے۔کسی خاص موضوع پر تاکیداً زور دینے کو ترکزیت کہتے ہیں۔ شیخ محقق ؒ کا ایک منفرد انداز عقائد رسالت پر تخصص ہے۔جو مدارج النبوت میں جا بجا نظر آتا ہے۔کوئی بھی بحث سیرت رسول ﷺ سے متعلق لیتے ہیں۔مثلاً اخلاق رسول ﷺ ، خصائص رسول ﷺ ، معجزات رسول ﷺ ،اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکت وشان وعظمت پر مکمل زور دیتے ہیں۔

5۔اختصار وجامعیت

مدارج النبوت کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں اختصار و جامعیت کو اپنایا گیا ہے اس میں اختصار ایسا ہے کہ جامعیت قربان ہوجائے اور جامعیت ایسی ہے کہ بلاغت رشک کریں ۔مثلاً نبی کریم ﷺ کے غزوات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔آپ ﷺ کے خدام،موالی،محافظین کے نام کے ساتھ ساتھ ان کے حالات پر بھی تفصیلی گفتگو موجود ہے۔لیکن بعض موضوعات پر اختصار سے کام لیا گیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے جدات (دادی ، نانی) کے بیان میں صرف نام کا ذکر کیا گیا ہے اور کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔

6۔مستند اور معتبر کتب سیرت پر اعتماد

شیخ محقق ؒ نے مدارج النبوت کی تالیف میں ذخیرہ احادیث کی مسند کتب،سیرت کے موضوع کی اہم کتب، کتب تاریخ کو بنیادی ماخذ بنایا ہے۔ یہ مدارج النبوت کی خصوصیت ہے کہ اس کی تالیف میں رطب و یابس سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ مستند کتب سیرت کی روایات پر اکتفا کیا گیا ہے۔مثلاً

واقعات باعتبار سن ہجری بیان کرنے میں روضۃ الاحباب سے موافقت اختیار کی اور شیخ محقق اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''براہ موافقت روضۃ الاحباب کی کتاب مشہور ومتداول است''۱۳۱؎

ہم نے روضۃ الاحباب سے موافقت کی ہے اور یہی کتاب متداول اور مشہور ہے۔

پھر غزوات کے بیان میں ابن اسحاق کی روایات پر بھروسہ کرتے ہیں اور انہیں ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے حلیہ وشمائل کے بیان میں کتاب الشفاء، دلائل النبوۃ کی روایات قبول کرتے ہیں اور ابن ابی ہالہ کی احادیث کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔

7۔قوت استدلال

شیخ محققؒ نے جو بھی واقعہ بیان کرتے ہیں اس کیلئے صرف علمی مباحث پر اکتفا نہیں کرتے اور قاری کو اپنے نقطہ نظر سے متفق کرنے کیلئے بڑی بڑی تاویلات گھڑنے کی بجائے آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر احادیث مبارکہ سے اس واقعہ کی تائید میں معتبر کتب احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں اس طرح اگر تاریخی واقعہ ہے تو مستند کتب تاریخ سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ جہاں کہیں ضرورت پیش آئے عربی اور فارسی اشعار کا استعمال کرتے ہیں۔ گویا آپؒ قاری پر واضح کرتے ہیں کہ زیر بحث واقعہ یا بات اپنی رائے پر مبنی نہیں ہے بلکہ مستند اور معتبر حوالہ جات سے بیان کی گئی ہے۔ مدارج النبوت میں یہ استدلالی خصوصیات جا بجا نظر آتی ہے۔

8۔علمی دیانت

روایات سیرت میں علمی دیانت بھی مدارج النبوت کی خصوصیات میں سے ہے۔ شیخ محدثؒ نے روایات سیرت کو بیان کرتے ہوئے کہیں بھی جانبدارانہ طرز عمل کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ حقائق تک پہنچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور مصادر کی چھانٹ پھٹک کے بعد غیر جانبدارانہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثلاً رویت باری تعالیٰ کے بارے میں امت میں ہمیشہ فکری اختلاف رہا ہے اور علماء کا ایک طبقہ اس بات کا قائل رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا جب کہ ایک طبقہ عدم رویت کا قائل ہے۔ شیخ محدثؒ نے علمی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک طویل بحث میں دونوں طبقات کے دلائل احسن انداز میں پیش کیے ہیں۔ چنانچہ عدم رویت باری تعالیٰ کے ضمن میں حضرت عائشہؓ کی روایات کو بیان کرتے ہیں اور ابن عباسؓ جو کہ رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں ان کی روایات کو بھی بیان کیا ہے اور

آخر میں نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ ۱۴؎

9۔فقہی مباحث کی شمولیت

مدارج النبوت کو اس وجہ سے مقبولیت حاصل ہے کہ شیخ عبدالحق نے اس کتاب کی تالیف میں سیرت نگاری سے جابجا فقہی مسائل کا استخراج کیا ہے۔اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کو بیان کیا گیا ہے۔

مثلا سر کے مسح کی مقدار میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔شیخ محدث اس اختلاف کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ''امام شافعی اوران کے پیروکار کا وجوب مسح میں مذہب یہ ہے کہ کم سے کم اتنی چیز واجب ہے جس پر مسح کا اطلاق ہو سکے اگرچہ ایک بال ہو ایک روایت میں تین بال ہو۔امام مالک اوران کے مقلدین کا مذہب ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔اور پورے سر کا مسح سنت ہے۔'' ۱۵؎

10۔تلفظ اوراعراب کا اہتمام

شیخ محدثؒ کی سیرت نگاری کی یہ امتیازی خصوصیات ہے کہ دوران تحریر میں لفظ کی ادائیگی کے بارے میں کسی ممکنہ ابہام کو محسوس کرتے ہیں۔اس کا اعراب بھی ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں۔مثلاً شیخ محدثؒ درذکرِ موالی حضور اکرمؐ کے عنوان کے تحت آپ ﷺ کے موالی کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے نام کے اعراب بھی واضح کرتے ہیں۔جیسے ''ابوضمیرہؓ (بضم ضاد معجمہ فتح میم وسکون یائ) کا اعراب اس طرح واضح کرتے ہیں:۔ ۱۶؎

الغرض مدارج البنوت گیارہویں صدی ہجری کا عظیم شاہکار ہے جس میں مستند کتب سیرت سے روایات کو نقل کیا گیا ہے۔یہ حسن ترتیب کی خصوصیات سے بھی مالا مال ہے اور جامعیت پر مبنی ہے آپ ﷺ کے فضائل وخصائص کو الگ الگ باب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے آپ ﷺ کے عمام،جدات وخدام،موالی،محافظین،کاتبان،حفاظ،مؤذنین کے تمام احوال کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔آپ ﷺ کے گھریلو سامان،آلات،حرب،انگشتری،عمامہ شریف کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔الغرض مدارج النبوت علمی وادبی معلومات فراہم کرنے کا ایک مستند ذریعہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، ص: ۷۰

۲۔ دہلوی، عبدالحق، اخبار الاخیار، یو۔پی: کتب خانہ رحیمیہ، س۔ن، ص: ۳۱۷

۳۔ ایضاً، ص: ۳۱۸

۴۔ ایضاً، ص: ۱۴

۵۔ بدایونی، ملا عبدالقادر، منتخب التواریخ، محمود احمد فاروقی (مترجم)، لاہور: غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، ج: ۳، ص: ۶۲۵

۶۔ دہلوی، عبدالحق، زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، عبدالحلیم چشتی (مترجم)، کراچی: الرحیم اکیڈمی، ۱۹۹۸ئ، ص: ۲۱۸

۷۔ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۴۳

۸۔ محدث دہلوی، عبدالحق، مدارج النبوت، لاہور: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۹۷ء، ج: ۱، ص: ۳

۹۔ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، ص: ۱۹۴

۱۰۔ الحدید: ۳

۱۱۔ محدث دہلوی، عبدالحق، مدارج النبوت، ج: ۲، ص: ۳۸۱

۱۲۔ محدث دہلوی، عبدالحق، مدارج النبوت، نعیمی، غلام معین الدین (مترجم)، مدارج النبوت، لاہور: ضیاء القرآن، ج: ۲، ص: ۱۰

۱۳۔ محدث دہلوی، عبدالحق، مدارج النبوت، ج: اول، ص: ۶۵

۱۴۔ ایضاً، ج: اول، ص: ۱۷۳۔۱۶۸

۱۵۔ ایضا، ج: اول، ص:

۱۶۔ ایضا، ج: ۲، ص: ۵۱۱

۱۷۔ ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۵۴

نعمۃ الباری میں مباحث تفسیر

شگفتہ جبیں☆
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس☆☆

Abstract:

Allama Gulam Rasool Saeedi is grave Mohaddis, Faqih, Mufassir, Teacher,Orator and writer. He put his great efforts for the reformatioton of the Muslim ummah through his writings. His sharah nematul bari consists of 16 parts that have so many qualities and distenctions. One of its quality is that we find so many debates of tafseer in it. In this article those debates of tafseer are rewiweed. The objective of which is to move prominent this quality of nematul bari.

علم تفسیر میں آیات قرآنیہ کے معانی، احکام اور اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ بہت بلند اور ارفع علم ہے اس کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کلام الٰہی کی تعبیر وتشریح ہے۔قرآن کریم علوم ومعارف کا خزینہ ہے۔ یہ ایک ایسا لامتناہی سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں قیامت تک راہ ہدایت ہونے کے باعث ہر نئے سوال کے جواب کے لئے علماء کرام اس میں غوطہ زن رہے ہیں اور ہر دفعہ نئے نئے حقائق ومعارف سامنے لائے ہیں۔قرآن کریم کے ان حقائق ومعارف کی تلاش ہر کسی کا کام نہیں ہے۔اس کے لئے تفسیر کے اصول وقواعد پر عبور ہونے کے ساتھ ساتھ گہری علمی بصیرت

☆ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
☆☆ ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

درکار ہوتی ہے۔جیسا کہ لسان العرب میں تفسیر کے معانی یہ بیان کئے گئے ہیں۔

"الفسر :البیان، و التفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل" ا؎

علامہ سعیدی کا شمار بلند پایہ مفسرین میں ہوتا ہے،جس کا ثبوت آپ کی تفسیر "تبیان القرآن" ہے۔نعمۃ الباری اگرچہ حدیث کی شرح ہے اس میں بھی ہمیں تفسیر کے کثیر مباحث ملتے ہیں جو اس شرح کی ایک خصوصیت ہے۔حدیث میں موجود آیات ہوں یا دوران شرح بیان کی گئی آیات، علامہ سعیدی ان تمام آیات کی کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً تفسیر بیان کرتے ہیں، اسی طرح جب آپ دیگر شروح حدیث سے ان کے مباحث نقل کرتے ہیں تو اگر ان میں کوئی آیت بیان کی گئی ہوتو آپ اس کی بھی جامع تفسیر بیان کر دیتے ہیں۔ذیل میں چند عنوانات کے تحت آپ کے بیان کردہ تفسیری مباحث کا جائزہ پیش کیا جائے گا جس سے نعمۃ الباری کی اس خصوصیت کا منہج واضح ہوگا۔

ا۔سبب نزول

علامہ سعیدی سب سے پہلے آیت کا سبب نزول بیان کرتے ہیں،مثلاً کتاب "جزاء الصید" کے باب کا عنوان المائدہ کی درج ذیل آیات ہیں۔

لَاتَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُم" وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ" مِّثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ۔۔۔۔۔۔۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲؎

آپ اس آیت کا شان نزول "روح المعانی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"امام ابن حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے مقاتل سے روایت ذکر کی ہے کہ یہ آیت عمرہ حدیبیہ میں نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحشی جانوروں کے شکار کی آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، وحشی جانور بکثرت ان کی سواریوں کے گرد پھر رہے تھے، اور وہ ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں تھے۔حضرت ابوجعفرؒ نے فرمایا: پرندوں کے چوزے اور وحشی جانوروں کے بچے اور انڈے ان کے ہاتھوں کی زد میں تھے اور بڑے جنگلی جانور، مثلاً جنگلی گدھا، گائے اور اونٹ وغیرہ ان کے نیزوں کے سامنے تھے، ایک قول یہ ہے کہ جو شکار قریب تھے، وہ ان کے ہاتھوں کی دسترس میں تھے اور جو شکار دور تھے، وہ ان کے نیزوں کے نشانے پر تھے، نیزہ کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ وہ شکار کرنے کا بڑا ہتھیار ہے، تیر اور دیگر ہتھیار بھی اس میں شامل ہیں۔" ۳؎

اکثر مقامات پر علامہ سعیدی، سبب نزول بیان کرنے کے لئے حدیث پاک بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر سورۃ "البقرہ" کی آیت نمبر ۲۲۲ کے سبب نزول کی وضاحت میں آپ نے حدیث بیان

کی۔[۴]

۲۔تفسیر القرآن بالقرآن

علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں دیگر قرآنی آیات بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر حدیث نمبر ۴۷۷ میں الاحزاب کی آیت ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃ'' حَسَنَۃ''[۵]

''تحقیق یہ ہے کہ تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔''

اس کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ذات نمونہ اس اعتبار سے ہے کہ قرآن کریم میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں ان کی تفصیل نبی ﷺ کی سیرت میں موجود ہے۔اس کی مزید وضاحت میں آپ نبی ﷺ کے منصب کی وضاحت درج ذیل آیت قرآنی سے کرتے ہیں:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ[۶]

''اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔''

۳۔تفسیر القرآن بالحدیث

نبی ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے منصب نبوت کا مقصد ہی کتاب اللہ کی تعلیم دینا تھا، اسی لیے احادیث مبارکہ کی روشنی میں کی گئی تفسیر سب سے زیادہ معتبر اور مستند مانی جاتی ہے۔علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں خصوصیت کے ساتھ احادیث مبارکہ بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر بخاری کی حدیث نمبر ۵۲۶ میں سورۃ ھود کی درج ذیل آیت ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط[۷]

''اور دن کے دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس کی تفسیر میں آپ حدیث نقل کرتے ہیں: ''حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضو کیا جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔''[۸]

۴۔آیت کے اہم الفاظ کی شرح

علامہ سعیدی آیت میں موجود مشکل اور اہم الفاظ کے معانی بیان کرنے کے بعد ان کی مکمل

وضاحت کرتے ہیں،مثلاً المائدہ کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَ الْھَدْیَ وَ الْقَلَآئِدَ ۹؎

''اس آیت میں ''قیاماً'' کا لفظ ہے،یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دینا کا ستون ہے،جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع واقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں،مقاتل نے کہا،کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔''شہر حرام''وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے ''الھدی'' قربانی کا جانور ''القلائدہ''قربانی کے جانوروں کے گلے میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں،یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو،ھدی کو اور قلائدہ کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی،پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں،جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔''۱۰؎

اسی طرح آیت کے اہم الفاظ کی وضاحت میں مذاہب فقہا بیان کرتے ہیں مثلاً البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ میں احصار کی تعریف میں آپ نے مذاہب ائمہ بیان کئے ہیں۔۱۱؎

آپ مختلف کتب لغت سے الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر الاحزاب کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْھَا وَ حَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ۱۲؎

''اکثر مترجمین نے اس آیت میں ''حمل'' کا معنی اٹھانا کیا ہے،ان مترجمین کے ترجمہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار نہیں بنایا کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں یا نہ کریں،بااختیار اللہ نے صرف انسانوں اور جنات کو بنایا ہے،اس لئے آسمانوں اور زمینوں کا اس امانت کو اٹھانے سے انکار کرنا محل اعتراض ہے۔ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:''انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کر دیا''۔اور اب اس آیت پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ آسمان اور زمین وغیرہ بااختیار نہیں ہیں۔دوسرا فرق یہ ہے کہ ''و حملھا الانسان'' کا ترجمہ اکثر مترجمین نے کیا ہے:''اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا،بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''اور اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس امانت کو اٹھانے سے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا

اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا تو انسان کو باعث تحسین وآفرین ہونا چاہیے تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت ظالم اور جاہل کیوں فرمایا؟ اور ہم نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: ''اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے'' کیونکہ ''حمل'' کا معنی جس طرح اٹھانا ہے اسی طرح ''حمل'' کا معنی خیانت کرنا بھی ہے۔علامہ جمال الدین افریقی لکھتے ہیں: الزجاج نے کہا ''**یحملنها**'' کا معنی ہے ''**یخنها**'' یعنی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کردیا اور اس میں خیانت کرنے سے ڈرے، اور جو شخص کسی امانت میں خیانت کرے، وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتا ہے، اسی طرح جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے، وہ اس گناہ کو اٹھاتا ہے، حسن نے کہا: یہی معنی صحیح ہے'' ۱۳؎

۵۔ کتب تفاسیر سے وضاحت اور قول راجح کا بیان

آپ مختلف کتب تفاسیر سے وضاحت کے بعد ان میں ترجیح قائم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۱۴؎

''اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو (فوراً) انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔''

یہ آیت حضرت داودؑ کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیر میں آپ نے حضرت داودؑ کے استغفار کی توجیہ کے محامل کتاب مقدس اور ۵ کتب تفاسیر سے بیان کرنے کے بعد اپنی رائے بیان کرتے ہیں:

''تاہم اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کے ذکر کردہ محامل میں سے پہلا محمل بہ ظاہر قرآن مجید کے مضمون کے زیادہ قریب ہے۔'' ۱۵؎

۶۔ مذاہب فقہاء

آپ آیت میں مذکور اہم عنوان کی تفسیر میں مذاہب فقہا بیان کرتے ہیں۔ مثلاً 'البقرۃ' کی آیت نمبر ۱۶۸۔۱۶۵ کی تفسیر میں آپ نے ''مثابۃ'' اور ''امنا'' کے معنی بیان کرتے ہوئے حرم میں حد جاری نہ کرنے پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی وضاحت کی ہے۔ اس کے ساتھ مقام ابراہیم کی تعین میں مذاہب فقہا اور کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی، اس کی وضاحت کی ہے۔ یہ تمام مباحث آپ نے دو کتب تفاسیر اور ایک شرح کے حوالے سے بیان کئے ہیں۔ ۱۶؎

۷۔ تفصیلات فراہم کرنا

آیت میں اگر کسی قصہ کی طرف اشارہ ہوتو آپ اس کی مکمل تفصیل بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر ''الاعراف'' کی آیت ہے

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْيَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ ۱۷ ؎

کی تفسیر میں آپ نے ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کے قصہ کو مختلف تفاسیر سے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ۱۸ ؎

اسی طرح نفقہ کی وضاحت میں آپ نے سورۃ ''البقرۃ'' کی درج ذیل آیت

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۱۹ ؎

نقل کی ہے۔اس کی تفسیر میں آپ نے ۷ تفاسیر سے اس کے مباحث تفصیل سے بیان کئے ہیں جو تقریباً ۹ صفحات پر مشتمل ہیں۔

۸۔تبیان القرآن کے مباحث

علامہ سعیدی آیات کی تفسیر میں اپنی شہرآفاق تفسیر تبیان القران کے مباحث بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر''البقرۃ'' کی آیت نمبر ۲۶۶۔۲۶۵ کی تفسیر میں آپ نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے صدقہ دینے کی پانچ صورتیں اور صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کے اجر کے ضائع ہونے کی مثال تبیان القرآن سے بیان کی ہے۔ ۲۰ ؎

بعض مقامات پر آپ ضروری معلومات نقل کرنے کے بعد تفصیلی معلومات کے لئے تبیان القرآن کا حوالہ دے دیتے ہیں۔

۹۔محاکمہ کرنا

علامہ سعیدی تفسیری اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں، مثال کے طو پر

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۲۱ ؎

''التوبہ'' کی اس آیت میں صلوۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔علامہ عینی کے نزدیک اس سے مراد دعا ہے اور علامہ ابن بطال کے نزدیک اس سے مراد نماز جنازہ ہے۔علامہ سعیدی ان کی تفسیر نقل کرنے کے بعد ان دونوں میں محاکمہ کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوۃ لا کر دیں، حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے تھے، حتی کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا، اور

صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی، ظاہر ہے کہ وہ زکوۃ ادا نہیں کرتا تھا، نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، اس سے واضح ہوگیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے، باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہوسکتی، اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی ﷺ کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے، اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہوگی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہوگی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں، مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتنا ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہوگا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہوگا، اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔ " ۲۲؎

علامہ سعیدی کے بیان کردہ تفسیری مباحث کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بلند پایہ اور ماہر مفسر ہیں اور اصول تفسیر پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ دیگر مفسرین کی تفاسیر سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ آپ کے منہج تفسیر میں تفسیر ماثوری اور اشاری دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم انصاری، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۳۷۴ھ،
ج:۵، ص:۵۵
۲۔ المائدہ:۹۵۔۹۶
۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، لاہور: فرید بک سٹال، ج:۴، ص:۲۴۸
۴۔ ایضاً، ج:۱ص:۷۸۵
۵۔ الاحزاب:۲۱
۶۔ النحل:۴۴
۷۔ ھود:۱۱۴
۸۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۲ص:۳۵۷
۹۔ المائدہ:۹۷
۱۰۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۳، ص:۸۶۲
۱۱۔ ایضاً، ج:۴، ص:۲۳۵
۱۲۔ الاحزاب:۲۷
۱۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۱۰، ص:۶۷۵
۱۴۔ ص:۲۴
۱۵۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۶، ص:۴۹۲
۱۶۔ ایضاً، ج:۳، ص:۸۴۶
۱۷۔ الاعراف:۱۶۳
۱۸۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۶، ص:۹۷۴
۱۹۔ البقرہ:۲۱۹
۲۰۔ ایضاً، ج:۳، ص:۶۲۵
۲۱۔ التوبہ:۱۰۳
۲۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمۃ الباری، ج:۳، ص:۵۳۷

تفسیر الدر المنثور کا مقام و مرتبہ اور منہج و اسلوب

ریحانہ کوثر☆

Abstract:

Allama Syuti explores the importance of Quranic interpretations for acquiring the correct sayings of different Islamic scholars and preachers in the recent time. In 8 Hijri, Allama Syuti added a great book tafseer Adr-ul-Mansoor in teh treasure of translated Quranic version which had its own relevance and rank amongest others. This article examines the basic feature of teh very book that it is compact. It also clarifies the rules and paradigm on which that book is being translated.Through this interpretation new vistas of perceptions will be opened for upcoming Islamic scholars and preachers.

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی ہدایات اور رہنمائی کیلئے اتارا ہے جو کہ کتاب ہدایت ہے اور جس کے ابلاغ کی ذمے داری خود اللہ نے محبوب ﷺ پر ڈالی اور اس کا بیان اللہ نے وحی جلی اور وحی خفی کے ساتھ انسانوں کیلئے بیان فرمایا اور یوں صاحب قرآن نے خود قرآن کی تفسیر بیان فرمائی جیسے صحابہ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت فرمایا اور مختلف المواقع پر اس کے نزول، شان نزول اور جس کے بارے اتری اسے ملاحظہ فرمایا۔

☆ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

صحابہ کرامؓ کو کسی مسئلے کی وضاحت درکار ہوتی تو وہ آپ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے اور دورِ صحابہ میں تابعین صحابہ کرامؓ سے تفسیر پوچھتے اور یوں تبع تابعین نے تابعین اور صحابہ کرامؓ کی احادیث سے ملنے والی تفسیر کو جمع فرمایا اور مابعد علماء نے بھی یہ راہ اپنائی جن میں سے ایک معروف نام امام سیوطیؒ کا ہے جنہوں نے اپنی کتاب الدر المنثور میں اسی انداز میں موتیوں کو یکجا فرمایا۔

تفسیر بالماثور

تفسیر بالماثور سے متعلق جتنی کتب ہیں ان میں ''تفسیر الدر المنثور'' تنہا ایسی کتاب ہے جس میں صرف تفسیری اقوال و آثار کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور اپنی رائے کو جگہ نہیں دی گئی دیگر تمام کتب میں ذاتی افکار و آراء کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

اس کو تفسیر بالماثور میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر اقوال و آثار پر انحصار و اعتماد کیا گیا ہے۔ جہاں تک ذاتی و عقلی افکار کا تعلق ان کی حیثیت ثانوی ہے یہ مکمل طور پر تفسیر بالماثور ہے یہ اس خوبی میں منفرد ہے۔

علامہ سیوطیؒ کی تفسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تفسیر الدر المنثور میں کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں جن سے مراجع کی طرف رہنمائی ہوتی ہے یہ ان کا ایسا علمی فیضان ہے جس میں ہر ایک اپنی علمی تشنگی دور کر سکتا ہے انہی وجہ سے ان کی کتاب ہر طبقہ میں مقبول اور سند کا درجہ رکھتی ہے موصوف کا بیشتر کام جمع و ترتیب ہے ان کی اپنی تحقیقات کم ہے تاہم وہ ان کے علوم وفنون میں بالغ نظری، فن میں بصیرت اور ہر فن کی مہمات کتب پر نظر، علوم وفنون سے گہری مناسبت، حسن تلخیص و ترتیب اور حسن بیان پر قدرت کا شاہد عدل ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں عبارت میں پیچیدگی و اغلاق نہیں پایا جاتا۔

وجہ تالیف

یہ مقبول و مستند اول کتاب علامہ سیوطیؒ کی مذکورہ بالا مبسوط تفسیر ''ترجمان القرآن'' کا نہایت کامیاب اختصار و خلاصہ ہے جو ۸۹۸ ھ میں کیا گیا تھا کتاب کے آغاز میں علامہ موصوف نے جو وجہ تلخیص بیان کی وہ حسب ذیل ہے: علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

> **''علما الفت كتاب ترجمان القرآن وهو تفسير المسند عن رسول ﷺ و أصحابه رضي الله عنه و تم بمحمدالله فى مجلدات فكان معا أاور دتة فيه من الآثار بأسانيد الكتب المخرج منها والرواة رايت قصور أكثر الهمم عن تحعيله ور تبتهم فى الاقتصار على متون الأحاديث دون الاسناد و تطويله فلخصت منه**

هذا المختصر مقتصرا فيه على متن لأمصدرا بالفروالتخريج الى كل كتاب معتبر و سميتةبالدر المنثور فى التفسير بالماثور۔'' ۱؎

''میں نے جب ''ترجمان القرآن'' کو جس میں تفسیری روایات کا سلسلہ اسناد رسول ﷺ اور صحابہ تک بیان کیا گیا ہے وہ کئی جلدوں میں مکمل ہوا اس میں چونکہ آثار سند اور کتابوں کے حوالوں کے ساتھ منقول ہیں تو اکثر لوگوں کو اس کی تحصیل سے قاصر پایا اور ان کی رغبت نہ متون احادیث کی طرف دیکھی نہ اسناد اور راویوں کی طرف، ناچار میں نے اس کا مختصر تیار کیا جس میں صرف متن حدیث کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا روای کا نام اور کتاب کا حوالہ دیا اس خلاصے کا نام میں نے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور رکھا ہے۔

تفسیر الدر المنثور کی اشاعت

کئی اداروں نے اس تفسیر کو متعدد بار شائع کیا ہے۔اس کے پہلے نسخے کی اشاعت مصر سے ۱۳۱۴ھ میں کی گئی تھی۔اس کی چھ جلدیں ہیں اور اب ایران سے دوبارہ شائع کی گئی ہے۔

دارالفکر بیروت نے ۱۴۰۳ھ میں آٹھ جلدوں میں شائع کیا ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ نویں جلد میں ان تمام احادیث وآثار کے اطراف کا اشارہ دیا گیا ہے۔اہل علم اور محققین کے لیے یہ نہایت مفید و کارآمد ہے اس لیے کہ اس سے احادیث وآثار کی تخریج وتصیح آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

تفسیر الدر المنثور کا مقام ومرتبہ

علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اور علوم القرآن کے موضوع پر بے شمار کتابیں چھوڑی ہیں ان میں سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں چار کتابیں مشہور ہیں۔(۱) تفسیر جلالین (۲) مجمع البحرین ومطلع البدرین (۳)۔ترجمان القرآن فی تفسیر المسند، (۴) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

قرآن مجید کو روایات، تاریخ وقصص بنی اسرائیل کی روشنی میں سمجھنے کیلئے بڑی اہم اور نہایت مفید کتاب ہے اور علامہ سیوطیؒ کی فن تفسیر میں بصیرت اور تفسیری روایات پر وسعت نظر کی شاہد عدل ہے۔

علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے:

وقداعينيت بماوردعن النبى ﷺ فى التفسير وعن أصحابه فجمعت فى ذلك كتابا مافلافيه أكثر من عشرة آلاف حديث ۲؎

''حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں جو کچھ مروی ہے اس کو میں نے

نہایت اہتمام سے ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس میں دس ہزار سے زائد حدیثیں جمع کی ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں بیان کرتے ہیں:

احادیث متعلقہ بتفسیر را تفسیر گویند، تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر وغیر مشاہیر تفاسیر حدیث اند و کتاب درمنثور شیخ جلال جامع ہمہ است ۳؎

''تفسیر سے متعلق حدیثوں کو کتاب تفسیر کہتے ہیں، تفسیر ابن مردودیہ، تفسیر دیلمی اور تفسیر ابن جریروغیرہ حدیث کی تفسیروں میں بہت مشہور کتابیں ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب الدرالمنثور ان تمام کتابوں کی جامع ہے۔''

تفسیر الدرالمنثور قدماء مفسرین کی تفاسیر کی جامع ہے۔ قاضی الشوکانی اپنی کتاب فتح القدیر الجامع فی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر میں لکھتے ہیں:

واعلم ان تفسیر السیوطی علیہ الرحمۃ المسمی بالدر المنثور وقد اشتمل علی غالب مافی تفاسیر السلف من التفاسیر المرفوعۃ إلی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتفاسیر الصحابۃ ومن بعدھم وما فاتہ الا القلیل النادر ۔ ۴؎

''تمہیں معلوم رہے کہ تفسیر سیوطیؒ جو الدرالمنثور کے نام سے مشہور ہے۔ وہ سلف کی بیشتر ایسی تفسیر کی کتابوں پر حاوی ہے جو رسول ﷺ صحابہ و تابعین کی بسند متصل روایات کی جامع ہے، اگر اس سے کچھ رہ بھی گیا تو وہ بہت تھوڑا ہے۔''

علامہ سیوطیؒ سے اس موضوع پر اگر کچھ رہ بھی گیا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ علامہ موصوف کو اس کا علم نہیں تھا بلکہ اس کی اصل وجہ کتب تفاسیر کا ہمدست نہ ہونا تھا۔

حافظ سید عبدالحیٔ کتانی نے فہرس الفہارس والاثبات میں تفسیر الدرالمنثور پر ایک زبردست تبصرہ کیا ہے۔

الدر المنثور وھو مطبوع فی ست مجلدات فنحمۃ من طالعہ بتعمق أدھشہ والبھتہ واسکتہ ومن لم یطالعہ اور طالعہ منہ حریفات انتقدو استمرر مایراہ غیرہ حلوا ولو سکت من لا یعلم یسقط الخلاف ۵؎

''الدرالمنثور چھ ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کا جو بغور مطالعہ کرے گا یہ اس کے ہوش گم کردے گی حیران و ساکت کردے گی جس نے اس کا مطالعہ نہیں کیا یا اس پر تنقید کے دو چار حرف پڑھ لیے وہ تفسیر کو چھوڑ کر انہی باتوں کو جو اس نے مطالعہ کی ہیں اچھا سمجھے گا

اور جونہیں جانتا وہ اگر سکوت اختیار کرے تو اختلاف ہی جاتا رہے۔

نواب صدیق حسن خان قنوجی نے علامہ السیوطیؒ کے اس عظیم کارنامہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

این تفسیر متداول است محرر سطور ہم بمطالعہ آن فائز شدہ خیلے جامع واقع شدہ است اگر تنقیح نیز ہمراہ میداشت بےنظیر می بود ۶؎

''یہ تفسیر متداول ہے راقم السطور بھی اس کے مطالعہ سے مستفید ہوا ہے۔ بہت جامع تفسیر ہے اگر تنقیح بھی اس کے ساتھ ملحوظ رکھی جاتی تو یہ بےنظیر تفسیر تھی۔''

ان تمام اقوال و آراء اور روایات واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تفسیر ''الدر المنثور'' واقعی بیش بہا قیمتی موتیوں کا وہ خزانہ ہے جسے علامہ سیوطیؒ نے قرآن کے علمی سمندر میں غوطہ زن ہو کر امت محمدیہ اور تمام بنی نوع انسان کیلئے اپنی کتاب میں جمع فرمایا۔ جو ہر دور میں قاری کتاب، طلبہ و اساتذہ اور جملہ عوام و خواص کیلئے حق تک رسائی کا عظیم ذریعہ ہے اور اعلیٰ تشنگی کی سیرابی کا عظیم وسیلہ ہے۔

علامہ سیوطیؒ کا منہج

علامہ سیوطیؒ کا منہج خالصتاً علمی ہے اور محدثانہ انداز میں لا کر حدیث پاک اور اقوال کو درج کرتے ہیں اور تفسیر بالماثور کا منہج اختیار فرماتے ہیں۔

۱۔ قرآنی آیت کی تفسیر قرآنی آیت سے فرماتے ہیں مثلاً **ولکل وجھۃ ھو مولیھا** ۷؎ کی تفسیر آیت قرآنی ''**فول وجھک شطر المجسد الحرام**'' ۸؎ کے ساتھ فرماتے ہیں۔

۲۔ آیت کی تفسیر اور تشریح و توضیح حدیث رسول ﷺ سے فرماتے ہیں۔

۳۔ تفسیر کیلئے اقوال صحابہ کرامؓ کو درج کرتے ہیں۔ مثلاً ''ثلاثۃ قروء'' کی وضاحت فرماتے ہوئے ابن عباس کا قول نقل کرتے جیسا کہ قرء سے مراد حیض ہے۔'' ۹؎

۴۔ تفسیر کیلئے اقوالِ تابعین کو بھی لاتے ہیں۔ جیسے امام مجاہد تابعی کا قول کے قرء سے مراد حیض ہی ہے۔

۵۔ تفسیر کیلئے اقوالِ تابعین کو بھی لاتے ہیں۔ جیسے امام مجاھد تابعی کا قول کے قرء سے مراد حیض ہی ہے۔ ۱۰؎

۶۔ آپ جس سورۃ کی تفسیر کرتے ہیں اس کا مقام نزول بیان کرتے ہیں کہ مکی ہے یا مدنی مثلاً سورۃ الرحمن کے بارے لکھتے ہیں۔

اخرج النحاس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نزلت سورۃ الرحمن بمکۃ ۱۱؎

نحاس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سورۃ الرحمن مکہ میں نازل ہوئی۔

۷۔ تائید میں کسی ایک صحابیؓ کا قول لاتے ہیں۔ مثلاً ابن زبیر اور سیدہ عائشہؓ کا قول بھی ابن عباس کی تائید میں ذکر کیا ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ ۱۲؎

۸۔ اگر نزول میں کوئی اختلاف رائے ہو تو اسے بھی بیان فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الرحمن کے بارے میں امام بیہقی نے ابن عباس کا جو قول نقل کیا ہے۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ الرحمن مدینہ میں نازل ہوئی۔ **نزلت سورۃ الرحمن بالمدینۃ** ۱۳؎

۹۔ راجح قول کو دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ جیسے امام احمد اور ابن مردویہ کی حسن درجے کی روایت اسماء بنت ابی بکرؓ سے لاتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی کے پاس سنا اور مشرکین آپ ﷺ کو روک رہے تھے اور آپ ﷺ پڑھ رہے تھے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۱۴؎

۱۰۔ اس کے بعد اگر اس سورت کی تفصیل یا فضائل میں کوئی احادیث وارد ہوں تو ان کو بھی نقل فرماتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کے آغاز میں امام بخاری، امام ترمذی وغیرھم سے ابن مسعودؓ کی یہ روایت لاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے گا اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔

''**لا تقول (الم) حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف**''

یہ نہ سمجھنا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے لام الگ اور میم الگ حرف ہے۔

۱۵؎

۱۱۔ اگر کسی لفظ میں قرأتوں کا اختلاف ہو تو اسے بیان کر دیتے ہیں جیسے (مالک یوم الدین) کے بارے فرماتے ہیں۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپ (ملک یوم الدین) میں لفظ ملک کو الف کے بغیر پڑھتے تھے۔

امام احمد نے زھد میں اور امام ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت بیان کی ہے رسول اکرم ﷺ

اور ابوبکر، عمر، عثمانؓ (مالک یوم الدین) میں لفظ مالک کو الف سے پڑھتے تھے۔ ۱۶؎

۱۲۔ روایت کی استنادی حثیت بھی بیان فرماتے ہیں جیسے سیدہ عائشہ کی حدیث مطر جیسے امام ابوداؤد نے نقل کیا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال ابو دائود حدیث غریب اسنادہ جید

کہ ابوداوٗد فرماتے ہیں یہ حدیث نادر ہے اور اس کی سند جید ہے۔

۱۳۔جس روایت سے جس نے استدلال لیا ہو ان کا نام درج کرتے جیسے حدیث عائشہؓ مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

اھل المدینۃ یقرؤن ملک یوم الدین و ھذا الحدیث حجۃ لھم

''اہل مدینہ (مالک یوم الدین) یعنی الف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ حدیث ان کی حجت ہے۔''

۱۴۔سورۃ یا آیت کا شانِ نزول درج کرتے ہیں مثلاً جب وحی رکی تو مشرکین نے کہا کہ محمد ﷺ کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔تو اللہ یہ آیت نازل فرمائی

''ماودعک ربک وماقلی'' ۱۷؎

۱۵۔اگر کوئی مسئلہ اختلافی ہو تو اس میں مختلف آراء کا ذکر کرتے ہیں اور پھر ہر ایک کی تائید میں احادیث، اقوال صحابہ بطور دلیل لاتے ہیں مثلاً تعدد ازواج کا مسئلہ،مختلف آراء اور اقوال صحابہ کیلئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۶۔الفاظ کی لغوی تفسیر ہو تو وضاحت بیان فرماتے ہیں۔مثلاً ''(شنآن قوم'') کی وضاحت میں فرماتے ہیں **''عداوۃ قوم''**،قوم کی دشمنی،اسی طرح **(احلت لکم بھیمۃ الانعام) قال الابل و البقرہ الغنم'' بھیمۃ الانعام** سے مراد ہے اونٹ گائے اور بکری۔۱۸؎

۱۷۔حروف مقطعات کی وضاحت میں بھی اقوال نقل فرماتے ہیں مثلاً سورۃ الشعراء میں لکھتے ہیں۔ ''طسم'' جناب قتادہ کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔پھر محمد بن کعب کا قول ابن ابی حاتم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(طسم) قال الطاء من ذی الطول و السین من القدوس و المیم من الرحمان۔''

طاء سے مراد ذی ''الطول'' ہے۔سین سے مراد ''القدوس'' ہے۔

اور میم سے مراد ''الرحمن'' ہے۔

علامہ سیوطی کا اسلوب تفسیر

سطور ذیل میں علامہ سیوطی کے اسلوب تحریر پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ، عربیت، صرف ونحو، معانی و بیان، ادب،

لغت، سیر، تاریخ وتذکرہ جیسے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے انتہائی شاندار اور ناقابل فراموش اسالیب ومناد فراہم کیے۔ مگر ہماری توجہ کا مزکران کا تفسیری اسلوب ہے۔ علامہ موصوف کا اسلوب انتہائی علمی اور ادبی ہے۔ آپ کی تحریر سطر سطر فصاحت و بلاغت کا شاہکار دکھائی دیتی ہے۔ آپ کا اسلوب تحریر انتہائی شگفتہ ہے۔ آپ کی تحریر علمی نکات اور تبحر علمی کی عکاس ہیں۔ آپ کا انداز تحریر اسلاف کی توضیح وتشریح کے انداز پر مبنی ہے۔ جملے چھوٹے، الفاظ چیدہ اور انتخاب انتہائی متناسب اور متناسق ہوتا ہے۔

آپ الفاظ کی تشریح وتفسیر قرآن وحدیث، اقوال اہل علم لغت عربی کے قواعد وضوابط کے ساتھ کرتے ہیں۔ آپ کی تحریر میں سلاست وروانگی پائی جاتی ہے۔ مباحث علمیہ انتہائی اچھوتے انداز سے نبھاتے ہیں۔ مواقع اختلاف کو بڑی خوبصورتی سے حل کرتے ہیں۔

اپنی رائے بہت کم استعمال کرتے ہیں اگر اپنی رائے بیان بھی کریں تو دلائل کے ساتھ اسے مبرھن پیش کرتے ہیں۔ قوت استدلال انتہائی شاندار ہوتا ہے۔ آیات واحادیث سے استدلال بکثرت کرتے ہیں۔ احادیث کا ضعف اور وجہ ضعف بھی بیان فرما دیتے ہیں۔ ترجیح دیتے ہوئے وجہ ترجیح کے ساتھ علمی شان برقرار رکھتے ہیں۔

علامہ سیوطی کا یہ اسلوب تفسیر فہم قرآن اور حصولِ معلومات میں انتہائی معاون ومددگار رہے اور علمی نکات سے مالا مال ہے۔ یعنی علامہ سیوطیؒ جید علماء میں سے تھے۔ ان کی علمیت کا رنگ ان کی ہر تالیف میں واضح ہوتا ہے اور علمی دنیا میں علامہ سیوطی کا نام ایک روشن چراغ کی مانند ہے۔ جن کی تحریروں سے علم کی روشنی پھوٹتی ہے۔ انھوں نے اپنی مایہ ناز تصانیف سے علمی دنیا میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ السیوطی، الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، ج:۱،ص:۹

۲۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر، امام، تدریب الروای فی شرح تقریب النووی، مصر: دارطیبۃ، ۱۳۰۷ھ، ج:۱،ص:۲۱۷

۳۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، عجالہ نافعہ، دہلی: مطبع مجتبائی، س۔ن،ص:۱۷

۴۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر الجامع فی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، بیروت: دارابن کثیر، ۱۶۱۶ئ، ج:۱،ص:۱۵

۵۔ الشعرانی، عبدالوھاب بن احمد، الطائف السنن والاخلاق فی بیان وجوب التحدث بنعمۃ اللہ، مصر: دارطیبۃ، ۱۳۱۱ھ،ص:۵۳۰

۶۔ صدیق حسن خان، قنوجی، الاکسیر فی اصول التفسیر، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۹۰ھ،ص:۹۷

۷۔ البقرۃ:۱۴۸

۸۔ ایضاً:۱۴۹

۹۔ السیوطی، الدرالمنثور، ج:۱،ص:۷۰۷

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ السیوطی، الدرالمنثور، ج:۷،ص:۶۸۹

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ السیوطی، الدرالمنثور، ج:۱،ص:۵۵

۱۶۔ ایضاً،ص:۳۵

۱۷۔ الضحیٰ:۳

۱۸۔ المائدہ:۲

الإمام عبد الرحمن السهيلي كاتبًا للسيرة

مصباح ارم☆

Abstract:

Seerat ul Nabi(P.B.U.H) is the best role model for us. Study of Seerat ul Nabi(P.B.U.H) helps us to know about the dealings of our Prophet(P.B.U.H, his ethics, qualities, distinctions, miracles etc so it is compulsory for all of us to get knowledge about it and copy the acts of our Holy Prophet(P.B.U.H)as it is guarantee of our success in both the worlds. Due to so much importance of seerat ul Nabi(P.B.U.H) the scholars paid special attention towards seerat writing and Imam Abdul Rahman Suhaili is one of the popular Seerat writers. Basically he explained seerat Ibn e Hisham but the great imam discussed different aspects of Seerat ul Nabi(P.B.U.H)in his book, due to which he is considered a great writer of Seerat ul Nabi (P.B.U.H).

إن السيرة النبوية قدوة صالحة لنا، و هي الهدي المنير الذي يضيء لنا درب الحياة۔ إننا في أشد الحاجة لمعرفة المنهج النبوي ﷺ في تربية الأمة و إقامة

☆عالمة بالماجستير فی الفلسفة بجامعة جی سی بقسم العلوم الاسلامية و العربية بفيصل آباد

الدولة اسلامية، و كيف تعامل النبي ﷺ مع الشعوب و الأمم۔و كذلک التعمق فيالسيرة النبوية يساعد القارئ على معرفة خلق الرسول ﷺ، و صفاته الحميدة، و شمائله ، و خصائصه، و فضائله، و غزواته عليه الصلوة و السلام۔فعلينا أن ندرس السيرة النبوية و نتبعها و نصيغ حياتنا في قالبها لأن السيرة النبوية و اتباعها سبب النجاة و النجاح و السعادة في الدارين۔ و يكون هذا الاتباع باليقين بأنها الصراط المستقيم الذي ذكره الله في الكتاب البين ، وقرره للناس أجمعين۔الكتابة حول السيرة النبوية سبب السعادة لكل مسلم۔ و بالنظر إلى أهمية السيرة البالغة، اعتنى العلماء بتدوين السيرة النبوية۔ بدأ تدوينها في عصر التابعين و استبق العلماء في هذه المسابقة السعيدة و تكون جارية حتى يوم القيامة۔

ففي هذا الصدد أُلِّف عدد كبير من المؤلفات۔ و من أهم و أشهر هذه المؤلفات ظهر كتاب جليل بعنوان الروض الأنف، مؤلفه هو الإمام أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد بن إصبغ بن حسن بن سعدون بن فتوح الخثعمي السهيلي(١)۔و السهيلي نسبة إلى قرية قريبة من بلد مالقة بالأندلس۔ و سميت باسم الكوكب لأنه لا يُرى من جميع الأندلس إلا على جبل مطل عليها۔(٢)

ولد الإمام في سنة ثمان و خمسمائة الهجرية(٥٠٨)(٣)۔وعند ما بلغ السابعة عشر من عمره، كف بصره و قضى حياته كلها مكفوفاً۔ كان يتعلق بأسرة دينية و فقهية۔قد استفاد الإمام الجليل من كبار علماء عصره و تلقن علوم مختلفة۔

و من أساتذته:

أبو داؤد الصغير سلمان بن يحي، المقرئ الشهير و أبو علي حسن بن منصور، المعروف بابن أحدب و أبو مروان عبد الملک بن مجير۔(۴) علي بن حسين بن الطراوة، و أبو محمد عبد الرشيد المالقي، و أبو الحسن عياش۔ و كان الإمام أبو بكر بن العربي من أجل أساتذته و أخذ عنه كثيراً من علم الحديث، و الأصول و التفسير۔(٥)

أما الذين استفادوا من الإمام الجليل فمنهم:

أبو الخطاب عمر بن الحسن ، المعروف بابن دحية الكلبي ۔و لا شک أنه من أشهر تلامذته۔وعمر بن محمد الأزدي الشلوبيني وهو من علماء اللغة و النحو، و أبو محمد بن عطية، و عمر بن عبد المجيد الأزدي الرندي و غيرهم۔(٦)

كان الإمام عبد الرحمن السهيليمن العلماء البارزين في عصره۔قد فقد بصره في بداية شبابه و لكن لم يمنع هذا الفقد من التقدم في سبيل العلم حتى فاق و برع في اللغة و النحو و الحديث و القراءات۔و كان حافظاً للتاريخ و عالماً بالأنساب و الآثار۔(۷) وخلف الإمام ثروة أدبية و لغوية في صورة المؤلفات و المصنفات الجليلة۔ ألف العديد من المؤلفات الممتعة في موضوعات مختلفة۔وهي:

تفسير سورة يوسف وهو مخطوط في خزانة الرباط، وشرح آية الوصية، و التعريف و الإعلام فيما أبهم في القرآن من الأسماء و الأعلام، و الروض الأنف في تفسير سيرة ابن هشام، ومسألة رؤية الله، ومسألة رؤية النبيﷺ، ومسألة السر في عور الدجال، ونتائج الفكر في النحو، و كتاب الفرائض (۸)

هذه الكتب الجليلة تدل على ذكائه و سعة علمه و علو مكانته۔و بالإضافة إلى تلك المؤلفات له أشعار كثيرةممتعة قالها في مواقف مختلفة ، ومن أهمها القصيدة العينية، ذكرها تلميذه ابن دحية الكلبي صاحب المطرب: أنشدنيها (أي السهيلي) وقال: مايسأل الله بها أحد شيئاً إلا أعطاه إياه۔وهي:

يامن يرى مافي الضمير ويسمع أنت المُعَد لكل ما يتوقعُ
يامن يُرجىٰ للشدائد كلها يا من إليه المُشتكى والمفزعُ
يامن خزائن مُلكه في قول (كن) امنن فإن الخير عندك أجمعُ
حاشا لمجدك أن تقنط عاصياً الفضل أجزل والمواهب أوسعُ(۹)
ثم الصلاة على نبيه وآله خير الأنام ومَن به يُستشفَعُ(۱۰)

توفي الإمام السهيلي في اليوم السادس و العشرين من شهر شعبان سنة إحدى و ثمانين و خمسمائة الهجرية۔(۵۸۱)(۱۱)

ألف الامام الروض الأنف في تفسير سيرة ابن هشام وهو تهذيب سيرة محمد بن اسحاق المطلبی۔و الروض الأنف جدير بهذا الإسم لأن أورد فيه المؤلف جهات جديدة لمباحث السيرة النبوية و معلومات قيمة ما ذُكِرت في كتب السيرة غيره، كما قال المؤلف في مقدمة تأليفه:

(هذا الكتاب) مستخرج من نيف على مائةو عشرين ديواناً، سوى ما انتجه

صدري، و فحه فكري، ونتجه نظري، ولقنتهعن مشيخي من نكت علمية لم أسبق إليها ولم أزحم عليها۔ (۱۲)

أما غاية تأليفه فهو رغبة المؤلف في شرح سيرة ابن هشام و التعليق عليها و الإستنباط اللغوي و الفقهيقام مؤلفه السهيلي رحمه الله تعالى بهذا العمل الجليل و أتمه في مدة قصيرة أي أربعة أشهر (قريباً) (۱۳) مع فقد بصره۔ نوّر الله تعالى بصيرته وهو فضل خاص من جانب ربه الكريم ۔ ذكر السيرة النبوية حسب الترتيب الزماني متبعاً لكتب السيرة الأخرى۔

تأليف الامام ليس بشرح كتاب فقط بل إنه كتاب منفرد و له مكانة مهمة رفيعة فى مصادر السيرة لأنه أورد فيه معلومات مفيدة و ممتعة حول سيرة النبي ﷺ، ما ذكرها ابن هشام۔ والكلام حول هذه الموضوعات يجعل التأليف مصدر السيرة۔ ذكر فيه مباحث السيرة العديدة۔ ومنها خصائص النبي ﷺ ، و فضائله، و شمائله، ومعجزاته وكراماته، وغزواته، وتكوين المجتمع الإسلامي في المدينة المنورة، وتعامله مع الشعوب و الأمم، وإشاعة الإسلام، و المشاكل المواجهة في سبيل ذلك۔ أي ألقى الضوء على كل جهة من جهات السيرة الطيبة۔ و من مباحث السيرة الواردة في الروض الأنف فيما يلي:

خصائص النبي ﷺ:

خصائص الرسول عليه الصلاة و السلام من مباحث السيرة۔ أعطى الله تعالى نبيه الخصائص الكثيرة، و لِم لا ؟ إنه ﷺ أكثر الناس حبيباً عند الله ۔ أورد فيه الخصائص التى أعطِى النبى الكريم عليه السلام في حياته الطيبة۔

ذكر في ولادته عليه السلام:

ولد رسول الله ﷺ معذوراً مسروراً، أي: مختوناً مقطوع السرة۔۔۔، وكانت أمه تحدث أنها لم تجد حين حملت به ما تجده الحوامل من ثقل ولا وحم ولا غير ذلك، ولما وضعته ﷺ وقع إلى الأرض مقبوضة أصابع يديه، مشيراً بالسبابة كالمسبح بها۔ (۱۴)

إنه كان عظمة البشر و هو سبب تخليق الكون۔ وتم تخليقه ﷺ عندما كان آدم عليه الصلاة و السلام بين الجسد و الروح۔ ذكر خصائصه ﷺ من قبل الولادة إلى آخر

حياته الطيبة۔ومن خصائصه فيمدة رضاعته ۔ كان عليه السلام عادلاًبطبعه۔أحست مرضعته حليمة السعدية رضى الله عنهاهذه الخصوصيةخلال رضاعتهﷺ أنه كان ﷺلا يقبل إلا على ثديها الواحد، وكانت تعرض عليه الثدي الآخر، فيأباه، كأنه قد أشعر عليه السلام أن معه شريكاًفي لبانها، وكان مفطوراً على العدل مجبولاًعلى المشاركة و الفضل۔(۱۵)

خلال كتابة السيرة بيّن المؤلف الأمور التي ما ذكرها ابن هشامؒأو تكلم عليها قليلاًجداً۔ فمثلاًاكتفى ابن هشام بذكر كفالةعمه أبي طالب بعد وفاة جدهﷺ و إقامته في بيت عمه ولكن المؤلف ذكر خاصيته ظهرت في تلك المدة وهي بشاشة وجهه بدون شبع البطن۔(۱٦) وخلال ذكر الخصائص بين الإمام السهيلي إحياء أبويه عند ما سأل رسول اللهﷺربه أن يحي فأحياهما له وآمنا بهﷺثم أماتهما۔ والله قادر على كل شيء، و نبيه عليه السلام أهل أن يخصه بما شاء من فضله، وينعم عليه ما شاء من كرامته۔(۱۷)

ذكر المؤلف خصوصيته التي مُنِح ﷺفي ليلة المعراج و هي إمامةالأنبياء،فقال:دخل بيت المقدس،ووجدفيه نفراًمن الأنبياء،فصلى بهم۔(۱۸)

شمائل النبيﷺ:

تكلم المؤلف على هذا المبحث للسيرة۔ ووصف الأمور المتعلقة بخَلق النبيﷺ، و خُلقه، و عاداته الطيبة الحسنة۔ كانت أخلاقه كاملة، و ليست هناک أي صفةتخلو منهاأخلاقه۔

كانﷺمتصفاًبكل صفةمن الصفات من الصدق، والامانة، والوفاء، والعفو، والطهارة،والرحمة، والقناعة، والشجاعة، و الحلم، والتواضع، والإيثار، والزهد،و العدل۔فلذاقالت السيدةعائشةرضي الله عنهاعندما سُئِلت عن أخلاقهﷺ۔

كان خلقه القرآن۔(۱۹)

وصف المؤلف أخلاقه الكريمة أيضاً۔قال إنه كانﷺقدوة للحياء۔ما كشف ستره عند أحد۔وقع ذلک مرة فغشى عليه۔و ذلک لما كانﷺينقل الحجارة مع قومه في بنيان الكعبة المكرمة۔أعان الله تعالى نبيه بعونه الخاص و بذلک كان محفوظاً عن

اللغو۔أراد باللغو مرتين في صغر سنه، و أعصمه الله تعالى وأنامه حتى طلعت الشمس۔(۲۰)

كان الحب و الرأفة جزءاً من أخلاقه العالية۔ و كان النبي عليه السلام يحب وطنه حباً شديداً، ولذا كان حزيناً عند هجرته من مكة إلى المدينة۔قال المؤلف: ففي هذا دليل على حب الوطن وشدة مفارقته على النفس، وأيضاً فإنه حرم الله و جوار بيته، وبلدة أبيه إسماعيل عليه السلام، فلذلک تحرکت نفسه عند ذکر الخروج منه ما لم تتحرک قبل ذلک۔ فقال: أو مخرجي هم؟(۲۱)

ومع ذكر سيرته الطيبة وصف المؤلف صورته الحسنة الجميلة أيضاً۔ قد خُلق عليه السلام الأحسن و الأجمل، فلا يمكن لنا أن نؤدي حق توصيف جماله ﷺ۔ و كذلک نجد المؤلف توضيحاً لصورة النبي ﷺ بأسلوب بليغ رائع۔ و أشار إلى الأشياء التي يستخدمها النبي الكريم ﷺ، ومعرفتها تعطي قلوب العشاق راحة و تحس حباً شديداً۔ وقال أيضاً في حجرات النبي ﷺ:

وأما بيوته ﷺ فكانت تسعة، بعضها من جريد مطين بالطين و سقفها جريد، وبعضها من حجارة مرضومة، بعضها فوق بعض، مسقفة بالجريد أيضاً۔(۲۲)

فضائل النبي ﷺ:

فضائل النبي ﷺ من أهم مباحث السيرة۔ نجد في الروض الأنف اللآلي المبعثرة حول هذا الموضوع۔ فلذا يُعَدّ التأليف أهم مصدر السيرة۔ كان النبي ﷺ حبيب الله و ما ترک المحب حبيبه في أي لحظة من لحظات الحياة، إما في الصبابة، أو في الشباب أو في الشيبة، تمتع ﷺ معية الله في كل حين۔ وصف المؤلف بعضاً من المواقف لمعية الله تعالى، و منها معيته جل شأنه عندما كان النبي ﷺ مع صديقه و صاحبه أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ في ليلة الهجرة، و أصابهما العدو متبعاً آثار أقدامهما۔ جعل عنكبوت بيته بأمر ربه تعالى لصيانة نبيه و صاحبه، لما رأى أبو بكر الصديق العدو فأصبح حزيناً، ولكن للنبي ﷺ يقيناً صادقاً بأن الله تعالى معهما و لم يتركهما، فقال عليه السلام:

لا تحزن إن الله معنا۔(۲۳)

وضح الإمام علیہ الرحمۃ هذه المعية لفظاً و معنىً۔ و أورد ذكر ظل الغمائم و ميل فيء

الشجرة اليهﷺوسجدة الأحجار والأشجار لهﷺفى سفر الشام مع عمه أبى طالب، حين عرفه راهب وقال: أن الأشجار والأحجار لا يسجدون إلا لنبى (۲۴)۔ ذُكرت فيه هذه الفضيلة للنبى الكريمﷺ، لما شرب صاحباه دمه۔ و منهما مالك بن سنان، و عبدالله بن الزبير رضي الله عنهما الذي أعطاه النبىﷺ دم محاجمه ليدفنه فشربه ، فقال له النبىﷺ كما قال لمالك حين ازدرد دم جرحه: من مس دمه دمي لم تصبه النار۔ و استنبط المؤلف من هذا نكتة فقهية أن دم رسول الله ﷺ يخالف دم غيره في التحريم۔ وكذاك بوله قد شربته أم أيمن حين وجدته في إناء من عيدان تحت سريره، فلم ينكر ذلك عليها۔ (۲۵)

معجزات النبيﷺ:

في الروض الأنف تكلم الإمام الجليل على معجزات النبيﷺلاحظاً الترتيب الزمني۔ أعطى كل نبي معجزات لكي أمن قومه بهذه المعجزات۔ وفي هذا الصدد وصف المؤلف زيارة النبيﷺ بيت أم معبد و حلبه الشاة العازبة و شبع الجماعة بلبن هذه الشاة(۲۶)۔ وذكر من معجزاتهﷺ بكاء الجذع الذي خطب رسول اللهﷺ واقفاً به، فخار في فراق النبىﷺلما صنع له المنبر ، و صنعه له عبد لامرأة من الأنصار اسمه باقوم خار الجذع خوار الناقة الخلوج، حتى نزل عليه السلام فالتزمه۔ (۲۷)

تكلم الإمام على معجزاته ﷺ التي ظهرت بعد وصاله ﷺ، ۔ ومن معجزاتهﷺ أنه لم يظهر منه شيء مما يظهر من الموتى، وما تغيرت له رائحة، وقد طال مكثه في البيت قبل أن يدفن، فكان طيباً حياً و ميتاً۔ وكذلك قالت أم سلمة:

وضعت يدي على صدر رسول اللهﷺ وهو ميت فمرت عليّجُمَع لا آكل ولا أتوضأ إلا وجدت ريح المسك من يدي۔ (۲۸)

الغزوات و السرايا:

لما أقام النبيﷺدولة اسلامية في المدينة المنورة و بدأ بإشاعة الدين، واجه معارك الحق و الباطل۔ وشارك في بعضها بنفسه ، و بعث أيضاً كثيراً من الجيوش۔ وللغزوات والسرايا أهمية بالغة في الحياة المدنية لأن حياة النبىﷺفي المدينة المنورة حافلة بهذه المعارك۔ اهتم مؤلف الروض الأنف بهذا المبحث اهتماماً و ذكر كل غزوة

والوقائع التي ظهرت فيها، وعدد الشركاء، والشهداء، وتعريفهم، والآلات الحربية، وما إلى ذلك۔

وبعضا من الأمور كالآتي:

خلال ذكر وقائع بدر وردت في التأليف المعلومات حول أسرى بدر الذين أسلموا بعد ذلك، ولم يذكرها ابن هشام و ابن اسحاق حينما معرفتهم لها أهمية بالغة لقارئ السيرة۔ وصفهم المؤلف بالتفصيل۔(۲۹)

وفي هذا الصدد ذكر التفاصيل للذين جرحوا النبيﷺ في غزوة أحد، فقال الإمام: و(منهم) عتبة بن أبي وقاص أخو سعد هو الذي كسر رباعيتهﷺ، ثم لم يولد من نسله ولد فبلغ الحلم إلا، وهو أبحر أو أهتم يُعرف ذلك في عقبه۔(۳۰)

وكذلك تحدث المؤلف عن الرجال الثلاثة الذين خلفوا بدون أي عذر من غزوة تبوك۔ وتكلم عن انسابهم مفصلاً۔ و منهم كعب بن مالك بن أبي كعب، هلال بن أمية و مرارة بن ربيعة ضي الله عنهم۔ و نهى النبيﷺ عن كلامهم، وإنما اشتد غضبه على من تخلف عنه و نزل فيهم من الوعيد ما نزل حتى تاب الله على الثلاثة منهم۔(۳۱)

وخلاصة القول، الروض الأنف مليء بالعلوم و المعارف وهو تأليف موسوعي۔ و الكلام فيه على مباحث السيرة في أسلوب بديع رائع و من جهات جديدة يجعله مصدراً من أهم مصادر السيرة النبوية۔ و يمتاز هذا التأليف بأسلوبه الخلاب و معلوماته المفيدة القيمة حول السيرة النبوية۔

الهوامش

(۱) کحالة، عمر رضا، معجم المؤلفين، بيروت: دار إحياء التراث العربی، ۱۹۴۸م، ج۵، ص ۹۷

(۲) ابن کثير، الحافظ، البداية والنهاية، لاهور: المکتبة القدوسية، الطبعة الاولی، ج ۱۲، ص ۳۱۸

(۳) الکلبی، ابن دحيه، المطرب من أشعار أهل المغرب، ص ۲۳۱

(۴) السيوطی، جلال الدين، طبقات الحفاظ، بيروت: دار الکتب العلمية، ۱۴۰۳ھ، ص ۴۸۱

(۵) الضبی، بغية الملتمس، القاهرة: دار الکتاب المصری، ج ۲، ص ۴۷۷

(۶) السيوطی، جلال الدين، بغية الوعاة، بيروت: دار الفکر، ۱۴۲۵ھ، ص ۲۴۹

(۷) السيوطی، جلال الدين، طبقات الحفاظ، ص ۴۸۱

(۸) ابن خلکان، شمس الدين، وفيات الاعيان، قم: منشورات الشريف الرضی، الطبعة الثانية، ۱۳۰۲ھ، ج۳، ص ۱۴۴

(۹) الکلبی، ابن دحيه، المطرب من أشعار أهل المغرب، ص ۲۳۲

(۱۰) المالکی، ابن فرحون، الديباج المذهب، بيروت: دار إحياء التراث العربی، ص ۲۸۴

(۱۱) ابن کثير، الحافظ، البداية والنهاية، ج ۱۲، ص ۳۱۸

(۱۲) السهيلی، عبدالرحمن، مقدمة الروض الأنف، ج ۱، ص ۱۴

(۱۳) ايضاً، ج ۱، ص ۱۵

(۱۴) ايضاً، ج ۱، ص ۳۲۶

(۱۵) ايضاً، ج ۱، ص ۳۳۰

(۱۶) انظر: السهيلی، عبدالرحمن، الروض الأنف، ج ۱، ص ۳۲۸

(۱۷) ايضاً، ج ۱، ص ۳۱۸

(۱۸) ايضاً، ج ۱، ص ۳۲۸

(۱۹) احمد بن حنبل، مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۰۱

(۲۰)السهیلی، عبدالرحمن، الروض الأنف، ج ۱، ص ۳۵۱
(۲۱)ایضاً، ج ۱، ص ۲۵۲
(۲۲)ایضاً، ج۳، ص ۱۴۳
(۲۳)سورۃالتوبۃ، آیۃ ۴۰
(۲۴)السهیلی، عبدالرحمن، الروض الأنف، ج ۱، ص ۳۴۸
(۲۵)ایضاً، ج۳، ص ۲۷۴
(۲۶)انظر: السهیلی، عبدالرحمن، الروض الأنف، ج ۲، ص ۲۵۵
(۲۷)أیضاً، ج ۱، ص ۳۱۲
(۲۸)أیضاً، ج۴، ص ۲۶۴
(۲۹)انظر: السهیلی، عبدالرحمن، الروض الأنف، ج ۲، ص ۱۷۹ تا ۱۸۵
(۳۰)أیضاً، ج۳، ص ۲۷۴
(۳۱)أیضاً، ج۴، ص ۳۲۹